تجلّی المشکوٰۃ

تصنیف لطیف

مجدد مائۃ حاضرہ اعلیحضرت مولانا شاہ احمد رضا خانصاحب بریلوی

مکتبہ نبویّہ ○ لاہور

قیمت نوے پیسے

زکوٰۃ کے تفصیلی اور محقق مسائل کا گنجینہ

تجلی المشکوٰۃ لانارۃ اسئلۃ الزکوٰۃ

از

افادات

امام اہلسنت مجدد ملت اعلیحضرت مولانا مفتی شاہ محمد احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہٗ

بار دوم ۵ ہزار (مطبوعہ: ایور گرین پریس لاہور) بلاقیمت

مسئلہ از گونڈہ بہرائچ محلہ چھاؤنی مکان مولوی مشرف علی صاحب
مرسلہ حضرت سید حسین حیدر میاں صاحب دامت برکاتہم

۱۳ ر جمادی الاول
۱۳۰۷ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین لطف اللہ بہم اجمعین، ان مسائل میں۔

مسئلہ اولیٰ

زکوٰۃ بتدریج دی جائے یا یکمشت دینے میں کیا نقصان ہے بینوا توجروا۔

الجواب

اگر زکوٰۃ پیشگی ادا کرتا ہے یعنی ہنوز حولان حول نہوا کہ وجوب ادا ہوجاتا خواہ یوں کہ ابھی نصاب نامی فارغ عن الحوائج کا مالک ہوئے سال تمام نہ ہوا یا یوں کہ سال گذشتہ کی دے چکا ہے اور سالِ رواں ہنوز ختم پر نہ آیا تو جب تک انتہائے سال نہو بلاشبہ تفریق و تدریج کا اختیار کامل رکھتا ہے جس میں اصلاً کوئی نقصان نہیں کہ حولانِ حول سے پہلے زکوٰۃ واجب الاداء نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے شرط افتراض ادائہا حولان الحول وھو فی ملکہ تو ابھی شرع اس سے تقاضا ہی نہیں فرماتی یکمشت دینے کا مطالبہ کہاں سے ہوگا یہ پیشگی دینا تبرع ہے۔ ولا جبر علی المتبرع وھذا ظاہر جدا۔ اور اگر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الاداء ہو چکی تو اب تفریق و تدریج ممنوع ہوگی بلکہ فوراً تمام و کمال زرِ واجب الاداء ادا کرے کہ مذہب صحیح و معتمد و مفتٰی بہ پر ادائے زکوٰۃ کا وجوب فوری ہے جس میں تاخیر باعثِ گناہ۔ ہمارے ائمہ ثلثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے اس کی تصریح ثابت رواہ الفقیہ ابوجعفر عن الامام الاعظم و ذکرہ ابو یوسف فی الامالی کما فی الخلاصہ، و فی منتقی الامام ابی عبد اللہ محمد بن عبد اللہ الحاکم

الشہید رحمہ اللہ تعالٰی علٰی مانقل القہستانی عن المحیط ان علی الفور عندھما وعن محمد لاتقبل شہادۃ من اخرہ فھذا ظاہر فی انہ ھو المذھب المروی عن الشیخین فی ظاہر الروایۃ۔ فتح القدیر میں ہے یلزم بتاخیرہ من غیر ضرورۃ الاثم کما صرح بہ الکرخی والحاکم الشہید فی المنتقی وھو عین ماذکرہ الفقیہ ابو جعفر عن ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ یکرہ ان یؤخرھا من غیر عذر فان کراھۃ التحریم ھی المحمل عند الاطلاق اسمھا عندھم وکذا عن ابی یوسف وعن محمد ترد شہادتہ بتاخیر الزکٰوۃ لان الزکٰوۃ حق الفقراء فقد ثبت عن الثلثۃ وجوب فوریۃ الزکٰوۃ اھ ملخصاً فتاوٰی امام قاضی خاں میں ہے ھل یأثم بتاخیر الزکٰوۃ بعد التمکن ذکر الکرخی انہ یاثم وھکذا ذکر الحاکم الشہید فی المنتقی وعن محمد ان من اخر الزکٰوۃ من غیر عذر لاتقبل شہادتہ وروی ھشام عن ابی یوسف لایاثم اھ ملخصاً **قلت** فقد قدم التاثیم ومایقدمہ فھو الراجح الاظہر الاشہر عندہ کما نص علیہ بنفسہ ویکون ھو المعتمد کما صرح بہ الطحطاوی والشامی وغیرھما وکذا قدمہ فی الھدایۃ والکافی۔ فتاوٰی عالمگیریہ میں ہے یجب علی الفور عند تمام الحول حتی یاثم بتاخیرھا من غیر عذر وفی روایۃ الرازی علی التراخی حتی یاثم عند الموت والاول اصح کذا فی التھذیب جواہر اخلاطی میں ہے یجب الزکٰوۃ علی الفور حتی یاثم بتاخیرہ بلاعذر وقیل علی التراخی والاول اصح اھ ملخصاً مجمع الانہر میں ہے قال محمد لاتقبل شہادۃ من لم یؤد زکٰوۃ وھذا یدل علی الفور کما قال الکرخی وعلیہ الفتوٰی۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے (وقیل فوری) ای واجب علی الفور (وعلیہ الفتوی) کما فی شرح الوھبانیۃ (فیاثم بتاخیرھا) بلاعذر (وترد شہادتہ) لان الامر بالصرف الی الفقیر معہ قرینۃ الفور وھی انہ لدفع حاجتہ وھی معجلۃ فمتی لم تجب علی الفور لم یحصل المقصود من الایجاب علی وجہ التمام وتمامہ فی الفتح اھ **اقول** فاذا کان ھذا ھو قضیۃ الدلیل والالصق بمقصد الشرع الجلیل وھو الاحوط

فی الدین والادفع لکید الشیاطین والانفع لفقراء المسلمین قد جزم بہ المولی فقیہ النفس قاضی الامۃ وصححہ من مر ویاتی من کبار الائمۃ وقد ثبت عن ساداتنا الثلٰثۃ مالکی الازمۃ وقد نص کثیرون ان علیہ الفتوی معلوم ان ھذا اللفظ آکد واقوی فعلیہ فلیکن التعویل والاعتماد وان حکی التراخی ایضا عن الثلٰثۃ الامجاد وصححہ الباقلانی والتاتارخانی **بل** قال المولی المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر ما ذکر ابن شجاع من اصحابنا ان الزکوٰۃ علی التراخی یجب حملہ علی ان المراد بالنظر الی دلیل الافتراض ای دلیل الافتراض لا یوجبھا وھو لا ینفی وجود دلیل الایجاب اھ قال العلامۃ السید احمد المصری فی حاشیۃ الدر المختار اختار الکمال ان الزکوٰۃ فریضۃ وفوریتھا واجبۃ ویصلح ھذا توفیقا بین القولین اھ **قلت** وقد ظھر لی التوفیق بان من قال بالتراخی فمرادہ ان وقتہ العمر فتکون اداء متی ادی وان اثم بالتاخیر ومن قال بالفور اراد انہ یاثم بالتاخیر وان لم یصر بہ قضاء ولا بدع فی ذلک فان الحج فوری علی الراجح مع الاجماع علی انہ لو تراخی کان اداء ونظیرہ سجدۃ التلاوۃ وجوبھا فوری عند ابی یوسف متراخ عند محمد وھو المختار کما فی النھر والامداد والدر المختار اذا اداھا بعد مدۃ کان مؤدیا اتفاقا لا قاضیا کما فی النھر الفائق وغیرہ **اقول** لکن یخدش التوفیقین ما قدمنا عن الخانیۃ حیث فرض المسئلۃ فی التاثیم ونص روایۃ ھشام عن ابی یوسف لا یاثم فلا بد من ابقاء الخلاف و ترجیح الراجح او یقال ان ھشاما انما سمع التراخی فنقل ھو او من روی عنہ بالمعنی علی ما فھم ولعل فیہ بعدا یعرف وینکر فلیتدبر واللہ تعالٰی اعلم۔ بلکہ ہمارے بہت ائمہ نے تصحیح فرمائی کہ اس کی ادا میں دیر کرنے والا مردود الشہادۃ ہے یہی منقول ہے محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے کما مر عن الفتح والخانیۃ ومجمع الانھر ومثلہ فی خزانۃ المفتین وفی شرح النقایۃ عن المحیط وفی جواھر الاخلاطی بہ جزم

فی التنویر والدر کما سمعت ونقل الامام القاضی وصاحب المضمرات شرح القدوری والطحطاوی والشامی وغیرہم عن الامام قاضی خان ان علیہ الفتوی بہ اخذ الفقیہ ابو اللیث رحمہ اللہ تعالٰی **اقول** وقول من قال ترد شہادتہ یؤیدنا کما لایخفی ومن قال لا فقولہ لایخالفنا اذ لیس کل ما یترجح فیہ الاثم وان صغیرۃ مما یرد بہ الشہادۃ کما لیس یخفی علی من طالع کتاب الشہادۃ اور شک نہیں کہ تدریج میں اگر کل کی تاخیر نہ ہوئی تو بعض کی ضرور ہوگی حالانکہ اُس پر واجب تھا کہ کل مطالبہ فی الفور ادا کرے لان الایجاب الفوری انما ہو للکل لا البعض وہذا ظاہر جدا **ثم** فی معنی الفور ہہنا بحث للعلامۃ الشامی قدس سرہ السامی حیث قال قولہ فیأثم بتاخیرہا الخ ظاہرہ الاثم بالتاخیر ولو قل کیوم اویومین لانہم فسروا الفور باول اوقات الامکان وقد یقال المراد ان لا یؤخر الی العام القابل لما فی البدائع عن المنتقی بالنون اذا لم یؤد حتی مضی حولان فقد اساء واثم اھ فتامل اھ **اقول** لایخفی ان ہذا القول المحتمل منقول فی عامۃ الکتب بلفظ الفور وعدم التاخیر وانما معناہ کما نصوا علیہ واقد تم انتم ہو الاتیان فی اول اوقات الامکان فالتقیید بعدم التاخیر عاما تنبیر لا تفسیر ویظہر لی ان قضیۃ الدلیل ایضا تخالفہ فان العلماء کالامام فقیہ النفس والامام المحقق علی الاطلاق والامام حسین بن محمد السمعانی صاحب خزانۃ المفتین والعلامۃ برہان الدین ابی بکر بن ابراہیم الحسینی صاحب جواہر الاخلاطی وغیرہم رحمہم اللہ تعالٰی ذکروا التعلیل تفرقۃ محمد بایجاب الزکوٰۃ علی الفور والحج متراخیا بان الزکوٰۃ حق الفقراء فیأثم بتاخیر حقہم بخلاف الحج فانہ خالص حق المولٰی سبحانہ وتعالٰی وانت تعلم ان حق العبد بعد وجوب الاداء والتمکن منہ لا یتاخر اصلا الا تری ان الاجل اذا حل فمطل الغنی ظلم وان قل وکذا ما حقق المولی المحقق حیث اطلق من ان مع النص

قرینۃ الفور وھو الشرع لدفع حاجۃ الفقراء وھی معجلۃ یدل علی الفور الحقیقی ولا یتفاوت التسویف بعام او اعوام فی عدم حصول المقصود علی وجہ التمام لاجرم ان قال فی مجمع الانھر بعد ذکرہ الفتوی علی فوریۃ الزکوٰۃ معنی یجب علی الفور انہ یجب تعجیل الفعل فی اول اوقات الامکان اھ وقد سمعت نص الخانیۃ اذ قال ھل یاثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن الخ وقال فی خزانۃ المفتین یاثم بتاخیر الزکوٰۃ بعد التمکن ومن اخر من غیر عذر لاتقبل شھادتہ لان الزکوٰۃ حق الفقراء فیاثم بتاخیر حقھم اھ ملخصاً فھذہ نصوص صرائح وما فی المنتقی مفھوم والصریح مقدم علی المفھوم مع انہ ھو الذی یقضی بہ الدلیل فحق ان یکون علیہ التعویل نعم لا عذر فی تقیید رد الشھادۃ بمرور المدۃ فان دلیل الفور ظنی والثابت بہ الوجوب فترکہ صغیرۃ لاترد بہ الشھادۃ الا بعد الاصرار ولابد لذلک من مرور مدۃ کما افادہ البحر فی البحر فی مسئلۃ تاخیر الحج واللہ تعالیٰ اعلم۔ پھر بعد وجوب ادا تدریج کی مضرت اظہر من الشمس کہ مذہب صحیح پر ترک فور کرتے ہی گنہگار ہوگا اور مذہب تراخی پر بھی تدریج نامناسب کہ تاخیر میں آفات ہیں وقال تعالیٰ سارعوا الی مغفرۃ من ربکم وقال تعالیٰ فاستبقوا الخیرات ظاہر ہے کہ وقت موت معلوم نہیں ممکن کہ پیش از ادا آجائے تو بالاجماع گنہگار ہوگا فان کل موسع یتضیق عند الموت کما نصوا علیہ ولذا صرح القائلون بتراخی الوجوب انہ یاثم عند الموت کما قدمنا اسی طرح تدریج میں اور دقتیں بھی محتمل کما لایخفی علی خادم لفقہ۔ اور مالی وجانی حوادث سے محفوظ بھی رہا تو نفس پر اعتماد کیسے ہے فان الشیطان یجری من الانسان مجری الدم ممکن کہ بہکائے اور آج جو قصدِ ادا ہے کل یہ بھی نہ رہے سیدنا وابن سیدنا امام ابن الامام کریم ابن الکرام حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک قبائے نفیس بنوائی، طہارت خانے میں تشریف لے گئے وہاں خیال آیا کہ اسے راہِ خدا میں دیجئے فوراً

خادم کو آواز دی، قریب دیوار حاضر ہوا، حضور نے قبائے معلےٰ اتار کر دی کہ فلاں محتاج کو دے آ۔ جب باہر رونق افروز ہوئے خادم نے عرض کی اس درجہ تعجیل کی وجہ کیا تھی فرمایا کیا معلوم کہ باہر آتے آتے نیت میں فرق آجاتا۔ سبحان اللہ یہ ان کی احتیاط ہے جو اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ کی آغوش میں پلے اور اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا ۝ کے دریا میں نہائے دُھلے صلی اللہ تعالیٰ علی ابیہم الکریم الاکرم وعلیہم اجمعین و بارک وسلم۔ پھر ہم کہ سخرۂ دست شیطان ہیں کس امید پر بے خوف و مطلق العنان ہیں۔ وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ میرے نزدیک چند باتیں لوگوں کو تدریج پر حامل ہوتی ہیں کبھی یہ خیال کہ الاہم فالاہم میں صرف کریں یعنی جس وقت جس حاجتمند کو دینا زیادہ مناسب سمجھیں اُسے دیں۔ کبھی یہ، کہ سائل بکثرت آتے ہیں یہ چاہتا ہے مال زکوٰۃ ان کے لیے رکھ چھوڑے کہ وقتاً فوقتاً دیا کرے کبھی یکمشت دینا ذرا نفس پر بار ہے اور تھوڑا تھوڑا نکلتا جائے گا تو معلوم نہ ہوگا۔ جنہیں یہ خیال ہو اُن کے لیے یہی راہ ہے کہ زکوٰۃ پیشگی دیا کریں مثلاً ماہ مبارک رمضان میں ان پر حولان حول ہوتا ہے تو رمضان سنہ کے لیے شوال سنہ سے دینا شروع کریں اور ختم سال تک بتدریج حسب رائے و مصلحت دیتے رہیں کہ اس میں اُن کے مقاصد بھی حاصل ہوں گے اور تدریج مذموم و ممنوع سے بھی بچیں گے واللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم واحکم۔

مسئلہ ثانیہ

زید کے پاس زیور ہے وہ اس کی زرِ زکوٰۃ دیتا ہے آئندہ کو زیور زیادہ ہو تو کس حساب سے زکوٰۃ زیادہ کیا جائے بینوا توجروا۔

الجواب شریعت مطہرہ نے سونے چاندی کی نصاب پر کہ حوائج اصلیہ سے فارغ ہو خواہ وہ روپیہ اشرفی ہو یا گہنا یا برتن یا ورق یا کوئی شے حولان حول قمری کے بعد چالیسواں حِصّہ زکوٰۃ میں مقرر فرمایا ہے۔ سونے کا نصاب ساڑھے سات تولے ہے اور چاندی کا ساڑھے باون تولے پھر نصاب کے بعد جو کچھ نصاب مذکور کے پانچویں حِصّہ تک نہ پہنچے معاف ہے اس پر کچھ واجب نہیں ھذا ھو مذھب صاحب المذھب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو الصحیح کما فی التحفۃ ثم مجمع الانھر جب خمس کامل ہو جائے اُس پر پھر اس خمس کا چالیسواں حِصّہ فرض ہوگا یوں ہی ایک خمس سے دوسرے تک عفو اور ہر خمس کامل پر اس کا رُبع عشر مثلاً ایک شخص کے پاس ۷٠ تولہ سونا ہے اس پر ۲ ماشہ سونا زکوٰۃ میں دینا ہے اور اگر ۱٠ تولہ سے کم اس پر زائد ہے مثلاً ایک رتی کم ۹ تولہ ہے جب بھی وہی ۲ ماشہ ۲ سرخ واجب ہے یہ رتی کم ۱٠ تولہ معاف ہے ہاں اگر پورا ۱ تولہ ۶ ماشہ تو کہ خمس نصاب ہے اور ہو تو اس کا بھی ربع عشر یعنے ۳ ۳/۵ سرخ اور واجب ہوگا کل ۹ تولہ پر ۲ ماشہ ۵ ۳/۵ سرخ ہے پھر ۱٠ تولہ پورے ہونے تک کچھ نہ بڑھے گا جب ۱٠ تولہ ۶ ماشہ کامل ہو وہی ۳ ۳/۵ سرخ اور بڑھ کر ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ واجب الادا ہوگا وعلیٰ ہذا القیاس۔ اسی طرح جس کے پاس ۵۲ تولہ ۶ ماشہ چاندی ہے اس پر ۱ تولہ ۲ ماشہ ۲ سرخ چاندی واجب ہے اور جب تک ۱٠ تولہ چاندی کہ خمس نصاب ہے نہ بڑھے یہی واجب رہے گا جب ۶۳ تولہ کامل ہو جائے تو اس ۱٠ تولہ کا ۱/۴٠ یعنی ۳ ماشہ ۱ ۱/۵ سرخ اور زائد ہو کر ۱ تولہ ۶ ماشہ ۷ ۱/۵ سرخ دینے ہونگے پھر ۷۳ تولہ ۶ ماشہ کے قریب تک یہی دینا ہے جب ۷۳٠ تولہ پورے ہوں تو وہی ۱/۴٠ کا

بلہ اضافہ ہوکر ا تولہ ۱۰ ماشہ ۵ ۱/۲ سرخ کا وجوب ہوگا وعلیہ قس درمختار میں ہے نصاب الذہب عشرون مثقالا والفضۃ مائتا درہم کل عشرۃ دراہم وزن سبعۃ مثاقیل والمعتبر وزنہما اداءً ووجوبًا لاقیمتہما واللازم فی مضروب کل منہما ومعمولہ ولو تبرا اوحلیا مطلقا مباح الاستعمال اولا ربع عشر وفی کل خمس بحسابہ ففی کل اربعین درہما درہم وفی کل اربعۃ مثاقیل قیراطان ومابین الخمس الی الخمس عفو قالا مازاد بحسابہ وہی مسئلۃ الکسور اھ ملخصًا پھر جو شخص مالکِ نصاب ہے اور ہنوز حولان حول نہ ہوا کہ سال کے اندر ہی کچھ اور مال اسی نصاب کی جنس سے خواہ بذریعۂ ہبہ یا میراث یا شرا یا وصیت یا کسی طرح اس کی مِلک میں آیا تو وہ مال بھی اصل نصاب میں شامل کرکے اصل پر سال گزرنا اُس سب پر حولان حول قرار پائے گا اور یہاں سونا چاندی تو مطلقاً ایک ہی جنس ہیں خواہ اُن کی کوئی چیز ہو اور مالِ تجارت بھی انہیں کی جنس سے گنا جائے گا اگرچہ کسی قسم کا ہو کہ آخر اُس پر زکوٰۃ یوں ہی آتی ہے کہ اُس کی قیمت سونے یا چاندی سے لگا کر انہیں کے نصاب سے دیکھی جاتی ہے تو یہ سب مال زر وسیم ہی کی جنس سے ہیں اور وسط سال میں حاصل ہوئے تو ذہب وفضہ کے ساتھ شامل کردئے جائیں گے بشرطیکہ اس کے ملانے سے کسی مال پر سال میں دوبارہ زکوٰۃ نہ لازم آئے پھر ملانے کے بعد عفو وایجاب کے وہی احکام ہیں جو اوپر گزرے۔ مثلاً ایک شخص یکم محرم ۱ھ کو ۳۰ تولے سونے کا مالک ہوا اور اُس کے سوا جنس زر وسیم سے اور کوئی چیز اُس کی مِلک نہیں تو اُس پر ۹ ماشہ سونا زکوٰۃ میں فرض ہے کہ سلخ ذی الحجہ ۱ھ کو واجب الادا ہوگا۔ ہنوز سال تمام نہ ہوا کہ سلخ رجب کو ایک تولہ اور یکم ذی الحجہ کو دو تولہ سونا اور ملا۔ اب کل ۳۳ تولہ سونا ہو گیا تو سلخ ذی الحجہ کو اس مجموعے کی زکوٰۃ ۹ ماشہ ۵ ۱/۲ سرخ سونا واجب الادا ہوگا۔ گویا اس سب پر سال گزر گیا۔ اگرچہ حقیقۃً اس ایک تولے کو صرف ۵ مہینے اور اس دو تولے کو ایک ہی مہینہ گزرا ہے اور اگر اس تولہ بھر کے بعد اور نہ ملا کہ سال تمام پر صرف ۳۱ تولہ تھا تو وہی ۹ ماشہ واجب ہیں گے کہ نصاب کے بعد خمس پورا ہونے تک زیادت معاف ہے اسی طرح اگر تین تولہ سونا تو نہ ملا مگر ۲۰ ذی الحجہ کو اُس نے اپنی زمین یا غلے یا اثاث البیت کے عوض اس قدر مالِ تجارت خریدا جس کی

قیمت ۳ تولے سونے تک پہنچی تو اگرچہ اسے ملک میں آئے ابھی دس ہی دن گزرے مگر مجموع ۲۳ تولے کی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ ہاں اگر اس کے پاس مثلاً ایک نصاب بکریں اور ایک دراہم کی تھی اس نے دراہم کی زکوٰۃ ادا کردی اور اُن کے عوض اور بکریاں لیں ان نئی بکریوں کے لئے آج سے سال شمار کیا جائے گا اگلی بکریوں سے ضم نہ کریں گے کہ آخر یہ اُسی روپے کے بدل ہیں جس کی زکوٰۃ اس سال کی بابت ادا ہوچکی اب اگر انہیں نصاب شاۃ میں ملاتے ہیں تو ایک مال پر ایک سال میں دو بار زکوٰۃ لازم آئی جاتی ہے اور یہ جائز نہیں۔ تنویر الابصار و درمختار میں ہے المستفاد ولو بھبۃ (او شراء او میراث او وصیۃ اھ ش) وسط الحول یضم الی نصاب من جنسہ (ما لم یمنع منہ مانع وھو الثنی المنفی بقولہ صلی اللہ تعالی علیہ ولا ثنی فی الصدقۃ اھ ش) فیزکیہ بحول الاصل ولو ادی زکوٰۃ نقد ثم اشتری بہ سائمۃ لا تضم (الی سائمۃ عندہ من جنس السائمۃ التی اشتراھا بذالک النقد المزکی ای لا یزکیھا عند تمام حول السائمۃ الاصلیۃ عند الامام للمانع المذکور اھ ش) اھ بالتلخیص وفی ش ایضاً احد النقدین یضم الی الآخر وعروض التجارۃ الی النقدین للجنسیۃ باعتبار قیمتھا بحر اھ ملخصاً واللہ تعالی اعلم۔

مسئلہ ثالثہ

اگر آئندہ زیور کم ہو جائے تو کس حساب سے کمی کی جائے۔ بینوا توجروا۔

الجواب زکوٰۃ صرف نصاب میں واجب ہوتی ہے نہ عفو میں مثلاً ایک شخص آٹھ تولے سونے کا مالک ہے تو ۲ ماشہ سونا کہ اُس پر واجب ہوا وہ صرف ۷ تولے کے مقابل ہے نہ پورے آٹھ تولے کے کہ یہ چھ ماشہ جو نصاب سے زائد ہے عفو ہے یوں ہی اگر ۱۰ تولہ کا مالک ہو تو زکوٰۃ صرف ۹ تولہ یعنی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس کے مقابل ہے دسواں تولہ معاف۔ ملتقی الابحر میں ہے الزکوٰۃ تتعلق بالنصاب دون العفو فلو ھلک بعد الحول اربعون من ثمانین شاۃ تجب شاۃ کاملۃ اھ ملخصاً درمختار میں ہے لا فی عفو وھو ما بین النصب فی کل الاموال پس اگر نقصان مقدار عفو سے تجاوز نہ کرے یعنی اسی قدر مال کم ہو جائے جتنا عفو تھا مثلاً مثال اول میں ۶ ماشہ اور دوم میں ایک تولہ جب تو اصلاً قابل لحاظ نہیں کہ اس قدر پہ تو پہلے بھی زکوٰۃ نہ تھی کل واجب بمقابلہ مال باقی تھا وہ اب بھی باقی ہے تو زکوٰۃ اُسی قدر واجب اور کمی نظر سے ساقط کما مثل لہ فی المنتقی اور اگر مقدار عفو سے متجاوز ہو یعنی اُس کے باعث کسی نصاب میں نقصان آئے خواہ یوں کہ مال میں جس قدر عفو تھا نقصان اُس سے زائد کا ہوا جیسے امثلہ مذکورہ میں دو تولے یا یوں کہ ابتداءً مال صرف مقادیر نصاب پر تھا عفو سرے سے تھا ہی نہیں جیسے ۱۵ یا ۳۰ یا ۱۵۰ تولے سونا کہ اس میں سے رتی چاول جو کچھ گھٹے گا کسی نہ کسی نصاب میں کمی کرے گا ایسا نقصان دو حال سے خالی نہیں یا حولان حول سے پہلے ہے یا بعد **بر تقدیر اول** دو حال سے خالی نہیں یا تو سال تمام پر رقم نصاب ہائے پیشین پھر پوری ہو گئی یا نہیں اگر پوری ہو گئی تو یہ نقصان بھی اصلا

نقصان نہ ٹھہرے گا اور اُس مجموع رقم پر حولان حول سمجھا جائے گا مثلاً ایک شخص یکم محرم کو پندرہ تولہ سونا کا مالک تھا بعدہ اس میں سے کسی قدر قلیل خواہ کثیر ضائع ہوگیا یا صرف کردیا یا کسی کو دے ڈالا اور تھوڑا سا اگرچہ بہت خفیف باقی رہا پھر جس قدر کم ہوگیا تھا سلخ ذی الحجہ سے پیشتر اگرچہ ایک ہی دن پہلے پھر آگیا تو پورے پندرہ تولہ یعنی دو نصاب کامل کی زکوٰۃ دینی ہوگی کہ ایک مثقال سونا ہے یوں ہی اگر مثلاً آٹھ تولے سونے کا مالک ہے اور وسط میں تولہ بھر گھٹ گیا کہ نصاب بھی پوری نہ رہی ختم سال سے پہلے چھ سات ماشے مل گیا تو وہی زکوٰۃ تمام وکمال لازم آئے گی کہ چھ ماشے جو عفو تھا جس طرح اُس کے ہلاک کا اعتبار نہیں یوں ہی بعد ہلاک اس کا عود درکار نہیں صرف اس قدر چاہیے کہ شروع سال میں ایک یا زائد جتنی نصابوں کا مالک ہوا تھا ختم سال پر وہ نصابیں پوری ہوں تو جس قدر زکوٰۃ کا وجوب بحالتِ استمرار ہوتا اُسی قدر پوری واجب ہوگی اور نقصان درمیانی پر نظر نہ کی جائے گی ہاں اتنا ضرور ہے کہ اصل مال سے کوئی پارہ محفوظ رہے سب بالکل فنا نہ ہو جائے ورنہ مِلک اوّل سے شمار سال جاتا رہے گا اور جس دن مِلک جدید ہوگی اُس دن سے حساب کیا جائے گا مثلاً یکم محرم کو مالک نصاب ہوا صفر میں سب مال سفر کر گیا۔ ربیع الاوّل میں پھر بہار آئی تو اُسی مہینہ سے حول گنیں گے حساب محرم جاتا رہے گا۔ درمختار میں ہے شرط کمال النصاب فی طرفی الحول فی الابتداء للانعقاد وفی الانتہاء للوجوب فلا یضر نقصانہ بینہما فلو ہلک کلہ بطل الحول ردالمحتار میں ہے فان وجد منہ شیئا قبل الحول ولو بیوم ضم وزکی الکل اُسی میں ہے قولہ ہلک کلہ ای فی اثناء الحول بطل الحول حتی لو استفاد فیہ غیرہ استانف لہ حولا جدیدا اور اگر یہ نقصان مستمر رہا یعنی ختم سال پر وہ نصابیں پوری نہ ہوئیں تو اس وقت جس قدر موجود ہے اتنے کی زکوٰۃ واجب ہوگی اور وہی احکام حسابِ نصاب بلحاظ عفو کے اس قدر موجود پر جاری ہونگے جو جاتا رہا گویا تھا ہی نہیں

کہ حولانِ حول اسی مقدار پر ہوا حتی کہ اگر یہ مقدار نصاب سے بھی کم ہے تو زکوٰۃ راساً ساقط وذالک لان الحول کان شرط الوجوب فاذا نقص عن النصاب لم یجب شیٔ و الا وجب فیما حال علیہ الحول حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں لا زکوٰۃ فی مال حتی یحول علیہ الحول اخرجہ ابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا حاشیۂ شامی میں ہے لو استھلکہ قبل تمام الحول فلا زکوٰۃ علیہ لعدم الشرط **برتقدیر ثانی** یعنی جب مال پر سال گزر گیا اور زکوٰۃ واجب الادا ہو چکی اور ہنوز نہ دی تھی کہ مال کم ہو گیا یہ تین حال سے خالی نہیں کہ سبب کمی استہلاک ہو گا یا تصدق یا ہلاک۔ استہلاک کے یہ معنی کہ اس نے اپنے فعل سے اس رقم سے کچھ اتلاف کیا صرف کر ڈالا یا پھینک دیا یا کسی غنی کو ہبہ کر دیا اور یہاں تصدق سے یہ مراد کہ بلا نیت زکوٰۃ کسی فقیر محتاج کو دے دیا اور ہلاک کے یہ معنی کہ بغیر اس کے فعل کے ضائع و تلف ہو گیا مثلاً چوری ہو گئی یا زر و زیور کسی کو قرض و عاریت دئے وہ مکر گیا اور گواہ نہیں یا مر گیا اور ترکہ نہیں یا مال کسی فقیر پر دین تھا مدیون محتاج کو ابرا کر دیا کہ یہ بھی حکم ہلاک میں ہے اب **صورت اولی** یعنی استہلاک میں جس قدر زکوٰۃ سال تمام پر واجب ہولی تھی اس میں سے ایک حبہ نہ گھٹے گا یہانتک کہ اگر سارا مال صرف کر دے اور بالکل نادار محض ہو جائے تاہم قرض زکوٰۃ بدستور ہے۔ سراجیہ نہایہ وغیرہما میں ہے لو استھلک النصاب لا یسقط نہر الفائق و حاشیۂ طحطاوی میں ہے لو وھب النصاب لغنی بعد الوجوب ضمن الواجب ھو اصح الروایتین محیط سرخسی و عالمگیریہ میں ہے فی روایۃ الجامع یضمن قدر الزکوٰۃ وھو الاصح اور **صورت ثانیہ** یعنی تصدق میں اگر نذر یا کفارے یا کسی اور صدقۂ واجبہ کی نیت کی تو بالاتفاق اس کا حکم بھی مثل استہلاک ہے یعنی زکوٰۃ سے کچھ ساقط نہ ہو گا جو دیا اور جو باقی رہا سب کی زکوٰۃ لازم آئے گی۔ در مختار میں ہے اذا نوی نذراً او واجباً

اخر یصم ویضمن الزکوٰۃ اور اگر تطوع یا مطلق تصدق کی نیت تھی اور سب تصدق
کر دئے تو بالاتفاق زکوٰۃ ساقط ہو گئی۔ ہندیہ میں ہے من تصدق بجمیع نصابہ
ولا ینوی الزکوٰۃ سقط عنہ ضمانہ وھذا استحسان کذا فی الزاھدی ولا
فرق بین ان ینوی النفل او لم تحضرہ النیۃ اور اگر بعض تصدق کئے تو امام
محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک جس قدر صدقہ کیا اس کی زکوٰۃ ساقط اور باقی کی لازم۔
مثلاً دو سو درہم پر حولان حول ہو گیا اور زکوٰۃ کے پانچ درم واجب ہو لئے اب اس
نے سو درم للہ دے دئے تو ان سو کی زکوٰۃ یعنی ڈھائی درم ساقط ہو گئی صرف ڈھائی
دین ہے وھو روایۃ عن صاحب المذھب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کما فی الزاھدی والتتا
وغیرھا وعن الامام ابی یوسف ایضا کما فی القھستانی عن الخزانۃ **قلت**
وبہ جزم القدوری فی مختصرہ والسمانی فی خزانۃ المفتین عن شرح
الطحاوی لما قال الاکمل روی ان الامام مع محمد فی ھذہ المسئلۃ قال
الطحطاوی عن ابی السعود عن شیخہ ان ھذا کالتصریح بارجحیتہ اھ و
قد نص فی القھستانی والھندیۃ اثرین عن الزاھدی انہ الاشبہ ۔ مگر
امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بعض کا تصدق مطلقاً مثل استہلاک ہے کہ کسی
نیت سے ہو اصلاً زکوٰۃ سے کچھ نہ گھٹے گا تو صورت مذکورہ میں اگرچہ سو روپیہ خیرات
کر دئے زکوٰۃ کے پانچوں درم بدستور واجب رہے یہ مذہب زیادہ قوی و مقبول و
شایان قبول ہے **اقول** فقد اعتمدتہ عامۃ المتون کالوقایۃ والنقایۃ والکنز
والاصلاح والملتقی والتنویر وغیرھا حتی لم یتعرض کثیر منھم لخلافہ اصلا و
اقرھم علیہ الشروح کذخیرۃ العقبی والبرجندی وتبیین الحقائق والایضاح
ومجمع الانھر والدر المختار وغیرھا وقدمہ قاضی خان و ابراھیم الحلبی فی
متنہ وھما لا یقدمان الا الاظھر الاشہر الارجح کما نصا علیہ فی خطب الکتابین

وكذا قدمه في الخلاصة[14] ومعلوم ان التقديم يشعر بالاختيار كما في كتاب الشركة من الغنية
والنهر والدر المختار واخر دليله في الهداية[15] وهو لا يؤخر الا دليل ما هو المختار عنده ليكون
جوابا عن دليل ما تقدم واقره على هذه الاشارة المحقق[16] في الفتح وكذا ذكر الزيلعي في
التبيين دليل القولين وشيد دليل ابي يوسف واجاب عن دليل محمد ونسب في
الايضاح والملتقى والدر المختار الخلاف لمحمد وهو تضعيف له كما عرف من
محاوراتهم واقر الدر على ذلك الشامي[17] وقواه ببعض ما ذكرنا هنا وهو صنيع الملتقى
وتقديم قاضي خان وتاخير الهداية فقد ترجح هذا **اولا** بتظافر عامة المتون
عليه **وثانيا** بجلالة شان من اعتمده واقروه كالامام[1] فقيه النفس الذي
قالوا فيه انه لا يعدل عن تصحيحه والامام[2] المحقق صاحب الهداية وعصريها
الامام[3] صاحب الخلاصة والامام[4] النسفي صاحب الكنز والامام[5] برهان الدين
محمود وحفيده الامام[6] صدر الشريعة والامام[7] المحقق حيث اطلق والامام[8]
الفخر الزيلعي والعلامة[9] ابن كمال الوزير وهم جميعا من ائمة الاجتهاد بوجه
اقر لهم بذلك علماء معتمدون ولا كذلك من عددنا في القول الاول الا قدوري
وشارح الطحاوي لما اسمعناك فلم ار من اعترف له بذلك و ابو السعود هذا ليس
هو الامام المحقق علامة الوجود خاتمة المجتهدين محمد افندي مفتي الديار
الرومية فانه متقدم على صاحب البحر المقدم على الشرنبلالي السابق على السيد
ابي السعود هذا المتكلم على كتب الشرنبلالي تحشيا وتعليقا فتصحيح هؤلاء الجلة
ولو التزاما لا يقاوم قول الزاهدي المجروح المطروح ان غيره اشبه ثم ما
فيهم وفي من تبعهم من اعاظم المتاخرين من الكثرة كما علمت يقضي بترجيحه
فانما العمل على ما عليه الاكثر كما في العقود الدرية وغيرهما **وثالثا** بقوة دليله
كما يظهر بمراجعة التبيين وغيره **ورابعا** ان فرض تساوي القولين من

جهة الترجيح فيترجح هذا بانه قول ابي يوسف كما عرف ذلك في رسم المفتي **وخامسًا** بانه الاحوط فان فيه الخروج عن العهدة بيقين **وسادسًا** بانه الانفع للفقراء وقد علم ان للعلماء بذلك اعتناء عظيما في الزكوٰة والاوقاف هذا ما ظهر لي فانظر ماذا ترى و الله تعالى اعلم رہی **صورت ثالثہ** یعنی ہلاک اس میں بالاتفاق کم یا بہت جس قدر تلف ہو بحساب اربعۂ متناسبہ اتنے کی زکوٰۃ ساقط ہوگی اور جتنا باقی رہے اگرچہ نصاب سے بھی کم اتنے کی زکوٰۃ باقی مثلاً دو سو بائیس درم شرعی کا مالک تھا حولان حول کے بعد ۵ درم واجب الادا ہوئے ابھی نہ دیئے تھے کہ ۴۰ درم ہلاک ہو گئے تو اب نیم درم ساقط اور ۴۔ واجب کہ ۲۰ تو عفو تھے جن کے مقابل زکوٰۃ سے کچھ نہ تھا وہ تو بیکار گئے نصاب میں سے صرف ۲۰ گھٹے وہ نصاب کی عشر ہیں تو زکوٰۃ کا بھی دسواں حصہ یعنی آدھا درم ساقط ہوگا باقی باقی، یا یوں دیکھ لیا کہ نصاب سے ۲۰ ہلاک ہوئے ہیں ان کا ۱/۴۰ نیم درم ہے اسی قدر ساقط ہو گیا یا یوں خیال کر لیا کہ ایک سو اسی باقی ہیں ان کا ۱/۴۰ ساڑھے چار ہیں اسی قدر واجب رہا تینوں حسابوں کا حاصل ایک ہے اور اگر صورت مذکورہ میں ۱۱ درم ضائع ہوتے ہیں تو زکوٰۃ سے درم کا صرف بیسواں حصہ کہ کل واجب کا نصف عشر عشر یعنی ۱/۲۰۰ ہے ساقط ہوگا باقی ۴ ۱۹/۲۰ واجب کہ نصاب سے فقط ایک درم ہلاک ہوا ہے یہ نصاب کا ۱/۲۰۰ تھا اور اگر ۱۹۱ تلف ہوتے تو درم کا فقط ۱/۴ دینا آئے گا باقی ساقط کہ اسی حساب سے حصۂ نصاب باقی ہے وعلی ہذا القیاس۔ در مختار میں ہے لا شیئ في عفو ولا في هالك بعد وجوبها لتعلقها بالعين لا بالذمة وان هلك بعضه سقط حظه ويصرف الهالك الى العفو ولا ثم الى نصاب يليه ثم وثم بخلاف المستهلك لوجود التعدى والتوى بعد القرض والاعارة هلاك اھ ملتقطا رد المحتار میں ہے والتوى هٰهنا ان يجحد ولا بينة عليه او يموت المستقرض لا عن تركة اسی میں ہے

من الاستہلاک مالوا برأ مدیونہ المعسر بخلاف المعسر اما اقول وما اشار الیہ فی الدر
من الترتیب فی الصرف الی النصب فہو مذہب سیدنا الامام الاعظم رضی اللہ تعالی
عنہ خلافا للامام ابی یوسف رحمہ اللہ تعالی فانہ یصرف الہالک بعد العفو
الی جمیع النصب شائعا ولکنی لم ارمذکرہ ھٰہنا لان الکلام فی الذہب والفضۃ و
وفیہما لا ثمرۃ لہذا العدم تفاوت نصبہما فی الواجب اصلا فانہ ربع العشر علی الاطلاق
وانما تظہر فی السوائم اما لاختلاف الواجب فیہا باختلاف النصب فقد یکون شاۃ
وتارۃ بنت مخاض واخری بنت لبون وھکذا فمن ملک ستۃ وثلثین من
الابل فہلک احدی عشرۃ فالواجب عند الامام بنت مخاض وعند الثانی $\frac{۲۵}{۳۶}$ بنت
لبون ای خمسۃ وعشرون جزء من ستۃ وثلثین جزء من اجزاء بنت لبون و
اما لانعدام المثلیۃ فیتصور تفاوت الحسابین کمن ملک مائتی شاۃ وشاۃ فالواجب
ثلث شیاہ ھلکت منہا ثمانون فالواجب عند الامام شاتان صرفا للہلاک الی اقرب
النصب وعند ابی یوسف $\frac{۱۲۱}{۲۰۱}$ ثلث شیاہ ای مائۃ واحد وعشرون جزء من مائتی
اجزاء وجزء من ثلث شیاہ ولا یجب ان یکون ھذا اکثر من شاتین ویظہر ذلک
عند التقویم فان دفع القیمۃ جائز فی المزکوٰۃ قطعا فلنفرض ان شاۃ بسبعۃ و
ستین قرشا فقیمۃ الواجب عند الامام ۱۳۴ قرشا وعند ابی یوسف ۱۲۱
وھکذا اما ھٰہنا فالتعیین والشیوع سواء بلا تفاوت اصلا فان من
ملک مثلا ۴۲ مثقالا من ذہب فالواجب مثقال وقیراطان لان کل
مثقال عشرون قیراطا فاذا ہلک ۲۲ مثقالا مثلا وبقی ۲۰ فالواجب
علی طریقۃ الامام نصف مثقال وعلی طریقۃ ابی یوسف $\frac{۵}{۱۱}$ ای خمسۃ
اجزاء من احد عشر جزء من اجزاء مثقال وقیراطین فاذا
حسبنا حصل ۲۲ قیراطا خمستہا المذکورۃ عشرۃ قراریط وذلک

نصف مثقال وكذا اذا ملك ۱۸ تولجة من ذهب وهو نصابان و خمسان فالواجب ۵ ماشه ۳ ½ سرخ فاذا ملك ۳ تولجات مثلا بقى نصابان فالواجب على طريقة الامام ۴ ماشه ۴ سرخ وعلى طريقة ابى يوسف ⅚ من الواجب الاول فاذا جعلنا الكل اخماس حبة كانت ۲۱۶ خمسا ناخذ منها ⅚ يحصل ۱۸۰ خمسا وهو ۴ ماشه ۴ سرخ سواء بسواء وان شككت فانظر الى هذا العمل (۳۶) ۲۱۶ (۶ ثم اعلم ان ابراء المديون الغنى ايضا قد يكون هلاكا ماشه ۳۶ (۱۸۰ (۵ وذلك اذا كان الدين ضعيفا وهو الذى ليس فى مقابله مال ۴) ۳۶ (۸ كالمهر والدية وبدل الخلع ۳۲ ۴ سرخ

وتمام الكلام عليه فى رد المحتار ـ والله سبحانه وتعالى اعلم ـ

—

مسئلہ رابعہ

سادات محتاجین کو زرِ زکوٰۃ دینا جائز ہے یا نہیں، بہت سادات محتاج ایسے ملتے ہیں کہ خود مانگتے ہیں اور میں نے سُنا ہے کہ علمائے رامپور نے جواز کا فتویٰ دیا ہے مگر میں نے اب تک یہ جرأت نہ کی، اس بارہ میں آپ کیا حکم فرماتے ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب اللھم ھدایۃ الحق والصواب زکوٰۃ سادات کرام وسائر بنی ہاشم پر حرام قطعی ہے جس کی حرمت پر ہمارے ائمہ ثلٰثہ بلکہ ائمہ مذاہب اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین کا اجماع قائم۔ امام شعرانی رحمہ اللہ تعالٰی میزان میں فرماتے ہیں اتفق الائمۃ الاربعۃ علی تحریم الصدقۃ المفروضۃ علی بنی ھاشم وبنی عبدالمطلب وھم خمس بطون اٰل علی واٰل العباس واٰل جعفر واٰل عقیل واٰل الحارث بن عبدالمطلب ھذا من مسائل الاجماع والاتفاق اھ ملخصاً اوّل تا آخر تمام متون مذہب قاطبۃً بے شذوذ شاذ و عامۂ شروح معتمدہ وفتاوائے مستندہ اس حکم پر ناطق اور خود حضور پُرنور سید السادات صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں اس باب میں وارد اس وقت جہاں تک فقیر کی نظر ہے بیس صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اس مضمون کی حدیثیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیں۔ حضرت سیدنا امام حسن مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ **احمد وبخاری** ومسلم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما روی عنہ الامام الطحاوی والحاکم وابونعیم وابن سعد فی الطبقات وابوعبید القاسم بن سلام فی کتاب الاموال وروی عنہ الطحاوی حدیثاً ثالثاً حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہ روی عنہ احمد ومسلم والنسائی حضرت سلمان فارسی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ روی عنہ ابن حبان والطحاوی والحاکم وابونعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روی عنہ الشیخان ولہ عند الطحاوی حدیثان[10] اخران حضرت انس[11] بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روی عنہ البخاری ومسلم ولہ عند الطحاوی[12] حدیث اخر حضرت معاویہ[13] بن حیدہ قشیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ روی عنہ الترمذی والنسائی ولہ عند الطحاوی[14] حدیث اخر حضرت ابو رافع[15] مولی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روی عنہ احمد وابوداؤد والترمذی والنسائی والطحاوی وابن حبان وابن خزیمۃ والحاکم حضرت ہرمز[16] یا کیسان مولے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم روی عنہ احمد والطحاوی حضرت بریدۃ[17] اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ روی عنہ اسحٰق بن راہویہ وابویعلے الموصلی والطحاوی والبزار والطبرانی والحاکم حضرت ابو لیلی[18] رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو عمیر[19] رشید بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ روی عنہما الطحاوی حضرت عبداللہ[20] بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عبدالرحمٰن[21] بن علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یقال صحابی حضرت عبدالرحمٰن[22] بن ابی عقیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ علق عن الثلثۃ الترمذی حضرت ام المومنین[23] صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما روی عنہا الستۃ حضرت ام المومنین[24] ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا روی عنہا احمد ومسلم حضرت ام عطیہ[25] رضی اللہ عنہا روی عنہا احمد والبخاری ومسلم اور بیشک اس تحریم کی علت ان حضرات عالیہ کی عزت وکرامت و نظافت وطہارت کہ زکوٰۃ مال کا میل ہے اور گناہوں کا دھوون اس ستھری نسل والوں کے قابل نہیں خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تعلیل کی تصریح فرمائی کما فی حدیث المطلب عند مسلم وابن عباس عند الطبرانی وعلی المرتضی[26] عند الطحاوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اسی طرح عامۂ علما مثل امام ابوجعفر[1] طحاوی شرح معانی الآثار اور امام شمس الائمہ[2] سرخسی محیط اور امام صدر شہید[3] شرح جامع صغیر اور امام برہان الدین[4] فرغانی ہدایہ اور امام حافظ الدین[5] نسفی کافی اور امام فخر الدین[6] زیلعی تبیین اور امام سمعانی[7] خزانۃ المفتین

اور علامہ[۸] یوسف چلپی ذخیرۃ العقبیٰ اور محقق[۹] غزی منح الغفار اور مدقق[۱۰] علائی درمختار اور فاضل رومی[۱۱] مجمع الانہر اور سید[۱۲] حموی غمز العیون اور ان کے غیر میں اس حکم کی یہی علت بیان فرماتے ہیں اور شک نہیں کہ یہ علت تغیر زمانہ سے متغیر نہیں ہو سکتی تو دائماً ابداً بقائے حکم میں کوئی شبہہ نہیں یہاں تک کہ جمہور علمائے کرام مثل امام[۱] ابو الحسن کرخی و امام[۲] ابوبکر جصاص و امام[۳] حسام الدین عمر صدر شہید و امام[۴] علی بن ابی بکر مرغینانی صاحب ہدایہ و امام[۵] طاہر بخاری صاحب خلاصہ و امام[۶] سغناقی صاحب نہایہ و امام[۷] نسفی صاحب کافی و امام[۸] زیلعی شارح کنز و امام[۹] حسین بن محمد صاحب خزانہ و امام[۱۰] ہمام محمد بن الہمام صاحب فتح و علامہ[۱۱] اتقانی صاحب غایۃ البیان و علامہ[۱۲] برجندی شارح نقایہ و علامہ[۱۳] زین بن نجیم صاحب اشباہ و بحر و علامہ[۱۴] عمر بن نجیم صاحب نہر و علامہ[۱۵] ابراہیم حلبی صاحب ملتقی و علامہ[۱۶] محمد حصکفی صاحب درمختار و مصنفان[۱۷] اختیار شرح مختار و فتاویٰ[۱۸] ہندیہ وغیرہم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم بنی ہاشم کو مال زکوٰۃ سے عمل صدقات کی اجرت لینا ناجائز ٹھہراتے ہیں حالانکہ یہ اغنیا کے لئے بھی روا کہ من کل الوجوہ زکوٰۃ نہیں مگر آخر شبہہ زکوٰۃ ہے اور بنی ہاشم کی جلالت شان شبہہ لوث سے بھی برائت کی شایاں۔

تبیین الحقائق میں ہے استحقہ عمالۃ الا ان فیہ شبھۃ بدلیل سقوط الزکوٰۃ عن ارباب الاموال فلا تحل للعامل الھاشمی تنزیھا لقرابۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عن شبھۃ الوسخ وتحل للغنی لانہ لا یوازی الھاشمی فی استحقاق الکرامۃ فلا تعتبر الشبھۃ فی حقہم اھ ملخصا محیط و بحر و درر وغیرہا میں ہے زکوٰۃ ہاشمی کے غلام مکاتب کو بھی جائز نہیں حالانکہ مکاتب اغنیا کے لئے حلال اور وجہ وہی کہ ملک مکاتب من وجہ ملک مولیٰ ہے اور یہاں شبہہ مثل حقیقت رد المحتار میں ہے فی البحر عن المحیط وقد قالوا انہ لا یجوز لمکاتب ھاشمی لان الملک یقع للمولی من وجہ والشبھۃ ملحقۃ بالحقیقۃ فی حقہم اھ ای ان المکاتب وان صار حرا یدا حتی یملک مایدفع الیہ لکنہ مملوک رقبۃ ففیہ شبھۃ وقوع الملک لمولاہ الھاشمی والشبھۃ معتبرۃ لکرامتہ بخلاف الغنی کما مر فی

العامل فلذا اقید بقولہ فی حق بنی ہاشم اھ **بالجملہ** جب حدیث وہ اور فقہ یہ، پھر خلاف کی طرف راہ کہاں، اب جو صاحب جواز پر فتوی دیں اُن کا منشا غلط ایک مقدوح و مرجوح و مجروح روایت ہے جو ابوعصمہ نوح بن ابی مریم جامع نے امام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حکایت کی کہ ہمارے زمانے میں بنی ہاشم کو زکوٰۃ روا ہے کہ سبب حرمت مالِ غنیمت سے خمس خمس ملنا تھا اب کہ وہ نہیں ملتا زکوٰۃ نے عود کیا **اقول** یہ حکایت نہ روایۃً رجیح نہ درایۃً نجیح۔ ہم ابھی بیان کر آئے کہ علت حرمت نص صریح صاحب شرع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وتصریحات متظافرہ حاملان شرع رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم کثافت صدقات ونظافت سادات یعنی بنی ہاشم ہے اور وہ تبدل زمانہ سے متبدل نہیں ہوسکتی اور جو دلیل اس ضعیف قیل پر بیان میں آئی فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ نے اس کی کامل ناتمامی اپنے فتاوی یکم جمادی الاولی ۱۳۰۶ ہجریہ مندرجہ مجموعۃ العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ میں بحمد اللہ تعالٰی روشن بیانوں سے واضح کر دی اور اُسی میں اٹھارہ دلائل ساطعہ قائم کئے کہ امام اجل ابوجعفر طحاوی قدس سرہ کی طرف سے اس روایت مرجوحہ کے اخذ و اختیار کی نسبت میں بڑا دھوکا واقع ہوا جن میں سترہ خود کلام امام ممدوح کی شہادات سے ہیں بلکہ وہ بلاشبہ اُسی مذہب حق وظاہر الروایۃ کو بہذا ناخذ فرماتے اور معتمد و مفتی بہ ٹھہراتے ہیں ایک سہل سی عام فہم بات یہ ہے کہ وہی امام ممدوح اپنی اسی کتاب شرح معانی الآثار کی اُسی کتاب اُسی باب اُسی بحث میں جہاں اُن سے اس ترجیح معکوس کا وقوع بتایا جاتا ہے خاص اسی بہذا ناخذ سے متصل صاف صریح تصریح فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک بنی ہاشم کے غلام تو غلام موالی پر بھی زکوٰۃ حرام اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ سے اس کا خلاف معلوم نہیں سبحان اللہ، جب اُن کے نزدیک خود بنی ہاشم کے لیے زکوٰۃ حلال تھی تو اُن کے

غلاموں پر حرام ماننا کیونکر معقول تھا طرفہ یہ کہ یہیں امام طحاوی نے اُس مذہب کو اختیار فرمایا ہے کہ بنی ہاشم پر نہ صرف زکوٰۃ و صدقات واجبہ بلکہ صدقہ نافلہ بھی حرام ہے اور فرماتے ہیں ہمارے ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا یہی قول ہے پھر انہیں قائل جواز ماننا کیسا سخت قول بالمحال ہے جیسے اس مطلب جلیل کی تنقیح جمیل پر اطلاع منظور ہو فتاویٰ فقیر کی طرف رجوع کرے اور جب یقیناً معلوم کہ وہ روایت شاذہ مذہب اجماعی ائمہ ثلٰثہ کے خلاف واقع اور تمام متون کا اُس کے خلاف پر اجماع قاطع اور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث متواترہ اُس کی دافع اور دلیل و درایت میں بھی اُس کا حصہ محض ذاہب و ضائع اور فتوائے امام طحاوی یقیناً جانب ظاہر الروایۃ راجع تو اُس پر فتویٰ دینا قطعاً مردود جس سے شرع مطہر جزماً مانع۔ کون نہیں جانتا کہ اطباق متون کی کیسی شان جلیل ہے جس کے سبب بارہا محققین نے جانب خلاف کی صریح تصحیحوں کو قبول نہ کیا نہ کہ اُس طرف تصحیح و ترجیح کا نام بھی نہ ہو نہ کہ صراحۃً امام مجتہد نے اسی جانب پر فتویٰ دیا ہو ایسی ہمراہی چھوڑ کر اُدھر جانا کس قدر موجب عجب شدید ہے۔ درمختار میں ہے قال فی الخانیۃ وعلیہ الفتوی لکن المتون علی الاول فعلیہ المعول کون نہیں جانتا کہ ہنگام اختلاف ظاہر الروایۃ ہی مرجح ہے اگرچہ دونوں مذیل بفتوی ہوں۔ بحر الرائق میں ہے اذا اختلف التصحیح وجب الفحص عن ظاہر الروایۃ والرجوع الیھا علماء فرماتے ہیں جو کچھ ظاہر الروایۃ کے خلاف ہے ہمارے ائمہ کا مذہب نہیں رد المحتار کی کتاب احیاء الموات میں ہے ماخالف ظاہر الروایۃ لیس مذھبا لاصحابنا پھر جبکہ خاص اسی طرف فتویٰ ہو اور اُس جانب کچھ نہیں تو ادھر چلنا روش فقہی سے کتنا بعید ہے۔ کون نہیں جانتا کہ قوت دلیل کس قدر موجب تعویل یہاں تک کہ علماء فرماتے ہیں لایعدل عن درایۃ ما وافقتھا روایۃ کما فی الغنیۃ شرح المنیۃ ورد المحتار وغیرھما اس تنکیر روایۃ پر نظر کیجئے اور مانحن فیہ کی حالت دیکھئے جب روایت کی موافقت مانع عدول تو ظاہر الروایۃ کا خلاف کیونکر مقبول پھر اس طرف احادیث متواترہ ان سب کے علاوہ جن کی صحت پر ایسا یقین کہ گویا گوش خویش کلام اقدس حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ سن رہے ہیں نہیں کہہ سکتا کہ ان وجوہ کے بعد بھی وہ روایت

قبول تو قبول التفات ہی کے قابل ٹھہرے لاجرم ملاحظہ کیجئے کہ بکثرت علماء اصحاب متون و شروح وفتاوی اپنے تصانیف عظیمہ جلیلہ معتمدہ مثل قدوری[1] وہدایہ[2] ووافی[3] وکنز[4] ووقایہ[5] ونقایہ[6] واصلاح[7] و ملتقی[8] وتنویر[9] وہدآیہ[10] وکافی[11] وشرح وقایہ[12] وایضاح[13] واشباہ[14] ودرمختار[15] وطریقہ محمدیہ[16] وحدیقہ ندیہ[17] وخانیہ[18] وخلاصہ[19] وخزانۃ المفتین[20] وجواہر اخلاطی[21] وعالمگیری[22] وغیرہا میں اس روایت کا نام تک زبان پر نہ لائے اور طبقہ فطبقہ منع وتحریم کی روشن تصریحیں کرتے آئے، کیا وہ اس روایت شاذہ سے آگاہ نہ تھے یقیناً تھے مگر اُسے قابلِ التفات نہ سمجھے اور بیشک وہ اسی قابل تھی۔ یہ باون[52] عبارتیں اور ستائیس[27] حدیثیں جن کی طرف فقیر نے اس تحریر میں اشارہ کیا بحمداللہ اس وقت فقیر کے پیشِ نظر ہیں سب کی نقل سے بخوف تطویل دست کشی کی بالجملہ اصلا محل شک وارتیاب نہیں کہ سادات کرام وبنی ہاشم پر زکوٰۃ یقیناً حرام نہ انہیں لینا جائز نہ دینا جائز دیں تو زکوٰۃ ادا ہو تو کہیں گر کہ یہ اصلاً کچھ اصل نہیں اور ایسے جواز پر فتوی دینا محض غلط وباطل اور حقیقت بلکہ قابلیت بلحاظ سے عاری وعاطل کیا معلوم نہیں کہ علمائے کرام نے ایسے فتوے کی نسبت کیسے سخت الفاظ ارشاد کیے ہیں۔ درمختار میں ہے الحکم والفتیا بالقول المرجوح جھل وخرق للاجماع اھ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم رہا یہ کہ پھر اس زمانہ پرآشوب میں حضرات سادات کرام کی مواسات کیونکر ہو **اقول** بڑے مال والے اگر اپنے خاص مالوں سے بطور نذر وہدیہ ان حضرات علیہ کی خدمت نہ کریں تو اُن کی بے سعادتی ہے وہ وقت یاد کریں جب ان حضرات کے جد اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا ظاہری آنکھوں کو بھی کوئی ملجا و ماوانہ ملے گا کیا پسند نہیں آتا کہ وہ مال جو انہیں کے صدقے میں اُنہیں کی سرکار سے عطا ہوا جسے عنقریب چھوڑ کر پھر ویسے ہی خالی ہاتھ زیر زمین جانے والے ہیں اُن کی خوشنودی کے لئے اُن کے پاک مبارک بیٹوں پر اُس کا ایک حصّہ صرف کیا کریں کہ اُس سخت حاجت کے دن اُس جواد کریم رؤف ورحیم علیہ افضل الصلاۃ والتسلیم کے بھاری انعام عظیم اکرام سے

سے مشرف ہوں۔ ابن عساکر امیر المومنین مولی علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع الی اھل بیتی یداً کافاتہ علیھا یوم القیمۃ جو میری اہلبیت میں کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روز قیامت اُس کا صلہ اُسے عطا فرماؤں گا۔ خطیب بغدادی امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں من صنع صنیعۃ الی احد من خلف عبد المطلب فی الدنیا فعلی مکافاتہ اذا لقیف جو شخص اولاد عبد المطلب میں کسی کے ساتھ دُنیا میں نیکی کرے اُس کا صلہ دینا مجھ پر لازم ہے جب وہ روز قیامت مجھ سے ملے گا اللہ اکبر اللہ اکبر قیامت کا دن وہ قیامت کا دن وہ سخت ضرورت سخت حاجت کا دن اور ہم جیسے محتاج اور صلہ عطا فرمانے کو مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سا صاحب التاج خدا جانے کیا کچھ دیں اور کیا کچھ نہال فرما دیں ایک نگاہِ لطف اُن کی جملہ مہمات دو جہان کو بس ہے بلکہ خود یہی صلہ کروڑوں صلے سے اعلیٰ و انفس ہے جس کی طرف کلمہ کریمہ اذا لقینی اشارہ فرماتا ہے بلفظ اذا تعبیر فرمانا بحمد اللہ روز قیامت وعدہ وصال و دیدار محبوب ذی الجلال کا مژدہ سناتا ہے۔ مسلمانو اور کیا درکار ہے دوڑو اور اس دولت و سعادت کو لو وباللہ التوفیق اور متوسط حال والے اگر مصارف مستحبہ کی وسعت نہیں دیکھتے تو بحمد اللہ وہ تدبیر ممکن ہے کہ زکوٰۃ کی زکوٰۃ ادا ہو اور خدمتِ سادات بھی بجا ہو یعنی کسی مسلمان مصرف زکوٰۃ معتمد علیہ کو کہ اس کی بات سے نہ پھرے مالِ زکوٰۃ سے کچھ روپے بہ نیت زکوٰۃ دے کر مالک کر دے پھر اس سے کہے تم اپنی طرف سے فلاں سیّد کی نذر کر دو اس میں دونوں مقصود حاصل ہو جائیں گے کہ زکوٰۃ تو اُس فقیر کو گئی اور یہ جو سید نے پایا نذرانہ تھا اس کا فرض ادا ہو گیا اور خدمتِ سید کا کامل ثواب اسے اور فقیر دونوں کو ملا

ذخیرہ وہندیہ میں ہے اذا اراد ان یکفن میتا من زکوٰۃ مالہ لایجوز والحیلۃ ان یتصدق بہا علی فقیر من اہل المیت ثم ہو یکفن بہ فیکون لہ ثواب الصدقۃ ولاہل المیت ثواب التکفین و کذلک فی جمیع ابواب البر کعمارۃ المساجد وبناء القناطیر الحیلۃ ان یتصدق بمقدار زکاتہ علی فقیر ثم یامرہ بالصرف الی ہذہ الوجوہ فیکون المتصدق ثواب الصدقۃ وللفقیر ثواب بناء المسجد والقنطرۃ اھ ملخصًا **اقول** ویظہرلی ان ثواب تلک القرب لہما جمیعًا لان من دل علی خیر کان کفاعلہ وقد تواتر عن النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فی نظائرہ تکامل الثواب لکل شریک فی الخیر لاتنقص الشرکۃ من اجورہم شیئًا فہذا الذی عدانی علی الجزم بما سمعت ثم رأیت فی الدر المختار حیلۃ التکفین بہا التصدق علی الفقیر ثم ہو یکفن فیکون الثواب لہما اھ قال الشامی ای ثواب الزکوٰۃ للمزکی وثواب التکفین للفقیر وقد یقال ان ثواب التکفین یثبت للمزکی ایضًا لان الدال علی الخیر کفاعلہ وان اختلف الثواب کما وکیفا اھ **قلت** و اخرج السیوطی فی الجامع الصغیر لو مرت الصدقۃ علی یدی مائۃ لکان لہم من الاجر مثل اجر المبتدیٔ من غیر ان ینقص من اجرہ شیئ اھ فہذا عین ما بحثت وللہ الحمد مگر اس میں وقت اتنی ہے کہ اگر اس نے نہ مانا تو اُسے کوئی راہ جبر کی نہیں کہ آخر وہ مالک مستقل ہو چکا اُسے اختیار ہے چاہے دے یا نہ دے۔ درمختار میں ہے الحیلۃ ان یتصدق علی الفقیر ثم یامرہ بفعل ہذہ الاشیاء وہل لہ ان یخالف امرہ لم ارہ والظاہر نعم ردالمحتار

میں ہے البحث لصاحب النھر وقال لانہ مقتضی صحۃ التملیک قال الرحمتی والظاھر انہ لاشبھۃ فیہ لانہ ملکہ ایاہ عن زکوٰۃ مالہ وشرط علیہ شرطا فاسدا والھبۃ والصدقۃ لاتفسدان بالشرط الفاسد لہٰذا فقیر غفراللہ تعالیٰ لہٗ کے نزدیک اس کا بے خلش طریقہ یہ ہے کہ مثلاً مال زکوٰۃ سے بیس روپے سید کی نذر یا مسجد میں صرف کیا چاہتا ہے کسی فقیر عاقل بالغ مصرف زکوٰۃ کو کوئی کپڑا مثلاً ٹوپی یا سیر سوا سیر غلہ دکھائے کہ یہ ہم تمہیں دیتے ہیں مگر مفت نہ دیں گے بیس روپے کو بیچیں گے یہ روپے تمہیں ہم اپنے پاس سے دیں گے کہ ہمارے مطالبہ میں واپس کر دو وہ خواہی نخواہی راضی ہو جائے گا کہ مجھے تو یہ چیز یعنی کپڑا یا غلہ مفت ہی ہاتھ آئے گا اب بیع شرعی کرکے بیس روپے بہ نیت زکوٰۃ اُسے دے جب وہ قابض ہو جائے اپنے مطالبہ ثمن میں لیلے اول تو وہ خود ہی دے دے گا کہ سرے سے اسے ان روپوں کے اپنے پاس رہنے کی امید ہی نہ تھی کہ گرہ سے جاتا سمجھے اُسے تو صرف اُس کپڑے یا غلے کی امید تھی وہ حاصل ہے تو انکار نہ کرے گا اور کرے بھی تو یہ جبراً چھین لے کہ وہ اُس قدر میں اس کا مدیون ہے اور دائن جب اپنے دین کی جنس سے مال مدیون پائے تو بالاتفاق بے اُس کی رضامندی کے لے سکتا ہے اب یہ روپے لے کر بطور خود نذر سید یا بنائے مسجد میں صرف کر دے کہ دونوں مرادیں حاصل ہیں۔ درمختار میں ہے یعطی مدیونہ الفقیر زکاتہ ثم یاخذھا من دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ اھ اور فقیر غفراللہ تعالیٰ لہٗ نے اُس مصرف زکوٰۃ کے عاقل بالغ ہونے کی شرط اس لئے لگائی کہ اس کے ساتھ یہ غبن فاحش کی مبایعت بلاتکلف روا ہو اور کپڑے غلے کی تخصیص اس لئے کی کہ

اگر کچھ پیسے بعوض عدلیوں کے بیچنا چاہے گا تو ظاہر مفاد جامع صغیر پر تقابض البدلین شرط ہوگا وہ یہاں حاصل نہیں اگرچہ بروایت اصل پر ایک ہی جانب کا قبضہ کافی اور اکثر علما اسی طرف ہیں اور یہی قول منقح کما بیناہ فی البیوع من فتاوانا بل حققنا فیہا ان لا دلالۃ لکلام الجامع الصغیر ایضاً علی اشتراط التقابض وان ظن العلامۃ الشامی ماظن. بہرحال حتی الوسع محل خلاف سے بچنا احسن اور زر زکوٰۃ پر اس کا قبضہ کرا کر اپنے مطالبے میں لینے کی قید اس لئے کہ کوئی صدقہ بے قبضہ تمام نہیں ہوتا کما نص علیہ العلماء اور یہ تو پہلے بیان میں آچکا کہ اغنیائی کثیر المال شکر نعمت بجا لائیں۔ ہزاروں روپے فضول خواہش یا دنیوی آسائش یا ظاہری آرائش میں اٹھانے والے مصارف خیر میں ان حیلوں کی آڑ نہ لیں۔ متوسط الحال بھی ایسی ہی ضرورتوں کی غرض سے خالص خدا ہی کے کام میں صرف کرنے کے لئے ان طریقوں پر اقدام کریں نہ یہ کہ معاذ اللہ ان کے ذریعہ سے ادائے زکوٰۃ کا نام کرکے روپیہ اپنے خرد برد میں لائیں کہ یہ امر مقاصد شرع کے بالکل خلاف اور اس میں ایجاب زکوٰۃ کی حکمتوں کا یکسر ابطال ہے تو گویا اس کا برتنا اپنے رب عزوجل کو فریب دینا ہے والعیاذ باللہ رب العلمین واللہ یعلم المفسد من المصلح۔ نسأله تعالیٰ ان یصلح اعمالنا و یحسن اٰمالنا والحمد للہ رب العلمین واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ خامسہ

زکوٰۃ کن مصارف میں دینا جائز ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب مصرف زکوٰۃ ہر مسلمان حاجتمند ہے جسے اپنے مال مملوک سے مقدار نصاب فارغ عن الحوائج الاصلیہ پر دسترس نہیں بشرطیکہ نہ ہاشمی[۱] ہو نہ اپنا شوہر[۲] نہ اپنی عورت[۳]، اگرچہ طلاق مغلظہ دے دی ہو۔ جب تک عدت سے باہر نہ آئے، نہ وہ جو اپنی اولاد[۴] میں ہے جیسے بیٹا بیٹی پوتا پوتی نواسا نواسی نہ وہ[۵] جن کی اولاد میں یہ ہے جیسے ماں باپ دادا دادی نانا نانی، اگرچہ یہ اصلی اور فرعی رشتے عیاذاً[۱] باللہ بذریعہ زنا ہوں، نہ اپنا[۶] یا ان پانچوں[۷] قسم[۸] میں کسی[۹] کا مملوک[۱۰]، اگرچہ مکاتب ہو نہ کسی[۱۱] غنی[۱۲] کا غلام غیر مکاتب نہ مرد[۱۳] غنی کا نابالغ بچہ نہ ہاشمی[۱۴] کا آزاد بندہ اور مسلمان حاجتمند کہنے سے کافر[۱۵] و غنی[۱۶] پہلے ہی خارج ہو چکے یہ سولہ شخص ہیں جنہیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں ان کے سوا سب کو روا مثلاً ہاشمیہ بلکہ فاطمیہ عورت کا بیٹا جبکہ باپ ہاشمی نہ ہو کہ شرع میں نسب باپ سے ہے۔ بعض متہورین کہ ماں کے سیدانی ہونے سے سید بن بیٹھتے اور باوجود تفہیم اس پر اصرار کرتے ہیں بحکم حدیث صحیح مستحق لعنت الٰہی ہوتے ہیں والعیاذ باللہ وقد اوضحنا ذالک فی فتاوٰنا اسی طرح غیر ہاشمی[۱] کا آزاد شدہ بندہ اگرچہ خود اپنا ہی ہو یا اپنے[۲] اور اپنے اصول و فروع و زوج و زوجہ و ہاشمی کے علاوہ کسی غنی کا مکاتب یا زن[۳] غنیہ کا نابالغ بچہ اگرچہ یتیم ہو یا اپنے بہن[۴] بھائی چچا پھپھی خالہ[۵] ماموں[۶] بلکہ انہیں دینے میں دونا ثواب ہے زکوٰۃ و صلہ رحم یا اپنی بہو[۱] یا داماد[۲] یا ماں کا شوہر[۳] یا باپ کی عورت[۴] یا اپنے زوج[۵] یا زوجہ[۶] کی اولاد کہ ان سولہ کو بھی دینا واجب کہ یہ سولہ اُن سولہ سے نہ ہوں۔ ازآں جا کہ انہیں اُن سے مناسبت

ہے جس کے باعث ممکن تھا کہ ان میں بھی عدم جواز کا وہم جاتا لہذا فقیر نے انہیں بالتخصیص شمار کر دیا اور نصاب مذکور پر دسترس نہ ہونا چند صورت کو شامل ایک یہ کہ سرے سے مال ہی نہ رکھتا ہو اسے مسکین کہتے ہیں دوم مال ہو مگر نصاب سے کم یہ فقیر ہے سوم نصاب بھی ہو مگر حوائج اصلیہ میں مستغرق جیسے مدیون چہارم حوائج سے بھی فارغ ہو مگر اسے دسترس نہیں جیسے ابن السبیل یعنی مسافر جس کے پاس خرچ نہ رہا تو بقدر ضرورت زکوٰۃ لے سکتا ہے اس سے زیادہ اُسے لینا روا نہیں یا وہ شخص جس کا مال دوسرے پر دین مؤجل ہے اور ہنوز میعاد نہ آئی اب اُسے کھانے پہننے کی تکلیف ہے تو میعاد آنے تک بقدر حاجت لے سکتا ہے یا وہ جس کا مدیون غائب ہے یا لے کر مکر گیا اگرچہ یہ ثبوت رکھتا ہو کہ ان سب صورتوں میں دسترس[1] نہیں بالجملہ مدار کار حاجتمندی بمعنی مذکور پر ہے تو جو نصاب مزبور پر دسترس رکھتا ہے ہرگز زکوٰۃ نہیں پا سکتا اگرچہ غازی ہو یا حاجی یا طالب علم یا مفتی مگر عامل زکوٰۃ جسے حاکم اسلام نے ارباب اموال سے تحصیل زکوٰۃ پر مقرر کیا وہ جب تحصیل کرے تو بحالت غنا بھی بقدر اپنے عمل کے لے سکتا ہے اگر ہاشمی نہ ہو پھر دینے میں تملیک شرط ہے جہاں یہ نہیں جیسے محتاجوں کو بطور اباحت اپنے دستر خوان پر بٹھا کر کھلا دینا یا میت کے کفن دفن میں لگانا یا مسجد کنواں خانقاہ مدرسہ پل سرا وغیرہ بنوانا ان سے زکوٰۃ ادا نہ ہوگی اگر ان میں صرف کیا چاہے تو اس کے وہی حیلے ہیں جو مسئلہ رابعہ میں گزرے ھذا کلہ ملخص ما استقر علیہ الامر فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار وغیرھا من معتبرات الاسفار وقد لخصناہ بتوفیق اللہ احسن تلخیص لعلہ لا یوجد من غیرنا وللہ الحمد

[1] اگر دین معجل ہے خواہ ابتداءً یا یوں کہ اجل مقررہ ہوئی تھی گزر چکی اور مدیون غنی مقر حاضر ہے تو یہ صورت دسترس کی ہے - ۱۲ منہ

فمن شک فی شیٔ من ھذا فلیراجع الاصول التی سمینا او لم نسم نعم لا باس ان نورد نصوص بعض ما یکاد یخفی او یستغرب ففی رد المحتار شمل الولاد بالنکاح والسفاح فلا یدفع الی ولدہ من الزنا الخ وفیہ تحت قولہ او بینھما زوجیۃ ولو مبانۃ ای فی العدۃ ولو بثلاث نھر عن معراج الدرایۃ اھ وفیہ تحت قولہ ولا الی مملوک المزکی ولو مکاتبا وکذا مملوک من بینہ وبینہ قرابۃ ولاد او زوجیۃ لما قال فی البحر والفتح الخ وفیہ تحت قولہ بخلاف طفل الغنیۃ فیجوز ای ولو لم یکن لہ اب بحر عن القنیۃ اھ وفیہ وقید بالولاد لجوازہ لبقیۃ الاقارب کالاخوۃ والاعمام والاخوال الفقراء بل ھم اولی لانہ صلۃ وصدقۃ ویجوز دفعھا لزوجۃ ابیہ وابنہ وزوج ابنتہ تاترخانیہ اھ ملخصا وفیہ من کتاب الوصایا تحت قولہ الشرف من الام فقط غیر معتبر یؤیدہ قول الھندیۃ عن البدائع فثبت ان الحسب والنسب یختص بالاب دون الام اھ فلا تحرم علیہ الزکوٰۃ ولا یکون کفوا للھاشمیۃ ولا یدخل فی الوقف علی الاشراف ط اھ وفیہ قال فی الفتح ایضا ولا یحل لہ ای لابن السبیل ان یاخذ اکثر من حاجتہ قلت وھذا بخلاف الفقیر فانہ یحل لہ ان یاخذ اکثر من حاجتہ وبھذا فارق ابن السبیل کما افادہ فی الذخیرۃ اھ وفیہ تحت قولہ ومنہ مالو کان مالہ مؤجلا ای اذا احتاج الی النفقۃ یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ قدر کفایتہ الی حلول الاجل نھر عن الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ او علی غائب ای ولو کان حالا لعدم تمکنہ من اخذہ اھ وفیہ تحت قولہ او معسر او جاحد ولو لہ بینۃ فی الاصح فیجوز لہ الاخذ فی اصح الاقاویل لانہ بمنزلۃ ابن السبیل ولو موسرا معترفا لا یجوز کما فی الخانیۃ اھ وفیہ تحت قولہ وفی سبیل اللہ و

ھو منقطع الغزاۃ وقیل الحاج وقیل طلبۃ العلم وفسرہ فی البدائع بجمیع القرب قال فی النھر والخلاف لفظی للاتفاق علی ان الاصناف کلھم سوی العامل یعطون بشرط الفقر الخ وفیہ تحت قولہ وبھذا التعلیل یقوی ما نسب للواقعات من ان طالب العلم یجوز لہ اخذ الزکوٰۃ ولو غنیا اذا فرغ نفسہ لافادۃ العلم واستفادتہ ھذا الفرع مخالف لاطلاقھم الحرمۃ فی الغنی ولم یعتمدہ احد ط قلت وھو کذالک والاوجہ تقییدہ بالفقیر الی اخر ما افاد علیہ رحمۃ الجواد واللہ سبحانہ وتعالی اعلم۔

—

مسئلہ سادسہ

میرے کل زیور طلائی سادے اور جڑاؤ میں سونے کا وزن موتی اور نگینے اور لاکھ وغیرہ منہا کر کے ارسٹھ تولے ۲ ماشہ ہے اور زیور نقرئی تین سو اکتالیس تولہ اس صورت میں جو سالانہ زکوٰۃ ہو اُس سے مشرح مطلع کیا جاؤں اور ایک دستور العمل ایسا ہو کہ آیندہ جس قدر اور بنے اُس پر زکوٰۃ بڑھالی جائے بینوا توجروا۔

الجواب سونے چاندی کی نصاب اور اُن پر واجب وعفو کا حساب مسئلہ ثانیہ میں مشرحاً گزرا اور زیادت ونقصان کے تمام احکام بتفصیل تمام مسئلہ ثانیہ وثالثہ میں مبین ہوئے وہ دونوں مسئلے بجائے خود دستور العمل تھے مگر اختلاط زر وسیم یعنی دونوں مال کا مالک ہونا البتہ بعض نئے احکام کا موجب ہوتا ہے جن کا بیان اُوپر نہ گزرا لہٰذا فقیر غفراللہ تعالیٰ لہٗ بعض ضوابط ضروریہ اور ذکر کر کے دستور العمل کی تکمیل کرتا اور حضرت مستفتی دامت برکاتہ، ودیگر ناظرین منتفعین سے اس کے صلے میں دعائے عفو وعافیت دارین کی تمنا رکھتا ہے **فاقول** وباللہ التوفیق مال جب بشرائط معلومہ نصاب کو پہنچے تو بنفسہٖ وجوب زکوٰۃ کا سبب اور ایراث حکم میں مستقل ہے جسے اپنے حکم میں دُوسری شے کی حاجت نہیں اور نصاب کے بعد جو خمس نصاب ہے وہ بھی نصاب وسبب ایجاب ہے ہاں جو خمس سے کم ہے وہ اپنے نوع میں مثلاً چاندی یا سونا سونے میں موجب زکوٰۃ نہیں ہو سکتا کہ شرع مطہر نے اُسے عفو رکھا ہے کما مرفی المسئلۃ الثانیۃ اسی طرح جو راًسا نصاب کو نہیں پہنچا بنفسہٖ سببیت وجوب کی صلاحیت نہیں رکھتا مگر جب اس نوع کے ساتھ دُوسری نوع بھی ہو یعنی زر وسیم مختلط ہوں تو ازانجا کہ وجہ سببیت ثمنیت تھی اور وہ دونوں میں یکساں تو اس حیثیت سے ذہب وفضہ جنس واحد ہیں لہٰذا ہمارے نزدیک جو ایک

نوع میں موجب زکوٰۃ نہ ہوسکتا تھا خواہ اس لئے کہ نصاب ہی نہ تھا یا اس لئے کہ نصاب کے بعد عفو تھا اس مقدار کو دوسری نوع سے تقویم کرکے ملادیں گے کہ شاید اب اُس کا موجب زکوٰۃ ہونا ظاہر ہو پس اگر اس ضم سے کچھ مقدار زکوٰۃ بڑھے گی بایں معنی کہ نوع ثانی قبل ضم نصاب نہ تھی اس کے ملنے سے نصاب ہوگئی یا اگلی نصاب پر نصاب خمس کی تکمیل ہوگئی تو اُسی قدر زکوٰۃ بڑھادیں گے اور اب اگرچہ عفو بچا تو وہ حقیقۃً عفو ہوگا ورنہ کچھ نہیں اور اگر ضم کے بعد بھی کوئی مقدار زکوٰۃ زائد نہ ہو تو ظاہر ہو جائے گا کہ یہ اصلا موجب زکوٰۃ نہ تھا۔ ہدایہ میں ہے تضم قیمۃ العروض الی الذھب والفضۃ حتی یتم النصاب ویضم الذھب الی الفضۃ للمجانسۃ من حیث الثمنیۃ ومن ھذا الوجہ صار سببا ثم یضم بالقیمۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالی عنہ فتح القدیر میں ہے النقدان یضم احدھما الی الاٰخر فی تکمیل النصاب عندنا تبیین الحقائق میں ہے یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ فیکمل بہ النصاب لان الکل جنس واحد خلاصہ میں ہے اصل ھذا ان الذھب یضم الی الفضۃ فی تکمیل النصاب عندنا وھذا استحسان نقایہ میں ہے یضم الذھب الی الفضۃ بالقیمۃ لاتمام النصاب ان عبارات ائمہ وتقریر فقیر سے واضح ہوا کہ یہ ملانا صرف بغرض تکمیل نصاب ہوتا ہے نصاب کہ بنفسہٖ کامل ہے محتاج ضم نہیں کہ خود سبب مستقل ہے تو شرع مطہر اُس کے سبب ایک مقدار واجب فرما چکی اب نصاب کو دوسری چیز سے ضم کرنے کا ایجاب تکمیل نصاب نہیں تعطیل نصاب ہے یا یوں کہئے کہ اس ضم سے مقصود تحصیل واجب ہے نہ تبدیل واجب ولہذا ہمارے علماء تصریح فرماتے ہیں کہ ذہب وفضہ کی کامل نصابوں میں حکم ضم نہیں بلکہ نصاب ذہب پر جدا زکوٰۃ واجب ہوگی اور نصاب فضہ پر جدا ہاں اگر کوئی یہ چاہے کہ میں ایک ہی نوع زکوٰۃ میں دوں اور وہ قیمت لگا کر ضم کرلے تو ہمارے نزدیک کوئی مضائقہ بھی نہیں مگر اس وقت واجب ہوگا کہ تقویم ایسی کرے جس میں فقرا کا نفع زائد ہو مثلاً ایک نقد

زیادہ راجح ہے دُوسرا کم تو جو راجح تر ہے اُس سے تقویم کرے۔ امام ملک العلما ابو بکر مسعود کاشانی قدس سرہ الربانی بدائع میں فرماتے ہیں لو کان کل منہما نصابا تاما بلا زیادۃ لا یجب الضم بل ینبغی ان یؤدی من کل واحد زکاتہ فلو ضم حتی یؤدی کلہ من الذھب او الفضۃ فلا باس بہ عندنا لکن یجب ان یکون التقویم بما ھو انفع للفقراء رواجا والا یؤدی من کل منہما ربع عشرہ۔ بحمد اللہ اس نفیس تقریر سے یہ فائدے حاصل ہوئے کہ اگر ایک جانب نصاب تام بلا عفو ہے اور دُوسری طرف نصاب سے کم تو یہاں یہی طریقۂ ضم متعین ہوگا کہ اس غیر نصاب کو اُس نصاب سے تقویم کرکے ملا دیں یہ نہ ہوگا کہ نصاب کو تقویم کرکے غیر نصاب سے ملائیں مثلاً چاندی نصاب ہے اور سونا غیر نصاب تو اس سونے کو چاندی کریں گے چاندی کو سونا نہ کریں گے اور عکس ہے تو عکس۔ اسی طرح اگر ایک طرف نصاب تام بلا عفو ہے اور دُوسری جانب نصاب مع عفو تو صرف اس عفو کو اُس نصاب سے ملائیں گے نصاب مع العفو مجموع کو ضم نہ کریں گے کہ محتاج تکمیل صرف وہی عفو ہے نہ نصاب مثلاً ۹ یا ۱۲ تولے سونا اور ۶۰ تولے چاندی ہے جن میں ۷ تولے چاندی عفو ہے تو صرف اس ۷ تولے چاندی کو سونا کریں گے نہ مجموع ۶۰ تولے کو یوں ہی اگر دونوں جانب عفو ہے تو صرف ان عفووں کو باہم ملائیں گے دونوں طرف کی نصابیں الگ نکال لیں گے ہندیہ میں ہے لو فضل من النصابین اقل من اربعۃ مثاقیل واقل من اربعین درھما فانہ تضم احدی الزیادتین الی الاخری حتی یتم اربعین درھما او اربعۃ مثاقیل ذھب کذا فی المضمرات پس ثابت ہوا کہ قابل ضم وہی ہے جو خود نصاب نہیں۔ پھر اگر یہ قابلیت ایک ہی طرف ہے جب تو طریقۂ ضم آپ ہی متعین ہوگا کما سبق اور دونوں جانب ہے تو البتہ یہ امر غور طلب ہوگا کہ اب ان میں کس کو کس سے تقویم کریں کہ دونوں صلاحیت ضم رکھتے ہیں اس میں کثرت وقلت کی وجہ سے ترجیح نہ ہوگی کہ خواہی نخواہی قلیل ہی کو کثیر سے

ضم کریں کثیر کو نہ کریں کہ جب نصابیت نہیں تو قلیل وکثیر دونوں احتیاج تکمیل میں یکساں
ردالمحتار میں ہے لا فرق بین ضم الاقل الی الاکثر وعکسہ بلکہ حکم یہ ہوگا کہ جو تقویم
فقیروں کے لئے انفع ہو اُسے اختیار کریں اگر سونے کو چاندی کرنے میں فقرا کا نفع زیادہ ہے
تو وہی طریقہ برتیں اور چاندی کو سونا ٹھہرانے میں فقرا کا نفع زیادہ ہے تو یہی ٹھہرائیں اور دونوں
صورتیں نفع میں یکساں تو مزکی کو اختیار۔ درمختار میں ہے لو بلغ احدھما نصابا دون
الآخر تعین ما یبلغ بہ ولو بلغ باحدھما نصابا وخمسا وبالآخر اقل قومہ
بالانفع للفقیر سراج اھ وفی ردالمحتار عن النھر عن الفتح یتعین ما یبلغ نصابا دون
ما لا یبلغ فان بلغ بکل منھما واحدھما اروج تعین التقویم بالاروج اھ وفی
شرح النقایۃ للقہستانی وان تساویا فالمالک مخیر جب یہ امور ممہد ہو لئے
تمام صورتوں کے احکام معلوم ہو گئے کہ اختلاط زر وسیم انہیں تین حال میں منحصر۔ یا کسی کی طرف
کوئی مقدار قابل ضم نہ ہوگی اور یہ جب ہی ہوگا کہ دونوں نصاب ہوں اور دونوں بے عفو
اس کا حکم اول ہی گزرا کہ ہر ایک کی زکوٰۃ جُدا واجب ہوگی اور ایک ہی نوع سے دینا
چاہے تو نفع فقرا کا لحاظ واجب یا صرف ایک طرف مقدار قابل ضم ہوگی یہ یوں ہی ہوگا
کہ ایک نصاب بلا عفو ہو اور دوسرا آسا غیر نصاب یا نصاب مع العفو تو اس کی دو صورتیں
نکلیں ان کا ضابطہ بھی معلوم ہو چکا کہ خاص اُسی قابل ضم کو دوسرے کے ساتھ تقویم کریں گے
یا دونوں طرف مقدار قابل ضم ہو یہ اس طرح ہوگا کہ دونوں نصاب سے کم یا ایک کم اور
ایک میں عفو یا دونوں میں عفو تو اس کی تین صورتیں ہوئیں ان کا ضابطہ بھی مذکور ہوا کہ جو
مقداریں دونوں طرف قابل ضم ہیں اُنہیں کو آپس میں ملائیں گے اور نفع فقرا کا لحاظ رکھیں گے
یعنی جس تقویم میں زیادہ مالیت واجب الادا ہو وہی اختیار کریں گے اور مالیت برابر ہو تو
جس نقد کا رواج زیادہ ہے اُسے لیں گے اور قدر ورواج سب یکساں ہوں تو اختیار دیں گے

جدول اختلاطات زر وسیم مع اشارۂ احکام

جنس / نقد	نصاب سے کم	نصاب[۱] بے عفو	نصاب باعفو
نصاب سے کم	دونوں کا کل بلحاظ انفع ملائیں۔	چاندی کو سونا کریں	سونے کا عفو اور چاندی کا کل بلحاظ انفع ملائیں۔
نصاب بے عفو	سونے کو چاندی کریں	ہر ایک کی جدا زکوٰۃ اور ملانا ہی ہو تو لحاظ انفع	سونے کے عفو کو چاندی کریں
نصاب باعفو	چاندی کا عفو اور سونے کا کل بلحاظ انفع ملائیں	چاندی کے عفو کو سونا کریں	دونوں عفووں کو بلحاظ انفع ملائیں

ہر چند اس بیان وجدول نے مسئلہ واضح کر دیا مگر بوجہ پیچیدگی عام مسلمین کے لئے ان دونوں ضابطوں میں ایضاح امثلہ کی بے شک ضرورت لہذا فقیر غفرلہ المولی القدیر پھر جانب تفصیل عنان گردانی کرتا ہے وباللہ التوفیق **شرح ضابطۂ اولے** چاندی سونے میں جب ایک نصاب تام بلا عفو ہو اور دوسرا نصاب نہ ہو خواہ کلاً یعنی سرے سے نصاب تک پہنچا ہی نہ ہو یا بعضاً یعنی نصاب کے بعد جو عفو بچا ہو اس غیر نصاب کل یا بعض کو اس دوسرے کے ساتھ ضم کریں گے مثلاً چاندی کل یا بعض غیر نصاب ہے تو اسے بلحاظ قیمت سونا قرار دے کر سونے کے نصاب سے

[۱] اس مثلث نہ خانہ احکام کا خانۂ قطب وہ صورت ہے جس میں اصلاً حکم ضم نہیں۔ اور اس کے چاروں خانۂ آتشی بادی آبی خاکی متعلق ضابطۂ اولیٰ اور باقی چاروں خانے کہ چاروں گوشوں پر ہیں متعلق ضابطۂ ثانیہ ۱۲ منہ

ملائیں گے اور سونا کل یا بعض غیر نصاب ہے تو اُسے چاندی سے۔ تو ضابطۂ اولیٰ کی دو صورتیں بعد بسط چار ہو گئیں جیسا کہ مطالعہ جدول سے واضح ہوا ہوگا۔ اب ہم بعد ضم دیکھیں گے کچھ زکوٰۃ بڑھی یا نہیں اگر اب بھی نہ بڑھی تو وہ غیر نصاب عفو مطلق تھا کہ کسی طرح موجب زکوٰۃ نہ ہوا اور بڑھی تو یا کچھ عفو نہ بچے گا اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ یہ غیر نصاب جو اپنی نوع میں ناموجب زکوٰۃ نظر آتا تھا حقیقۃً بالکل موجب تھا یا قدرے بچے گا تو ثابت ہوگا کہ واقع میں اسی قدر عفو ہے باقی پر زکوٰۃ۔ تو یہ تین حالتیں ہوئیں جنہیں اُن چار میں ضرب دینے سے بارہ صورتیں نکلیں اب ہر ایک کی مثال لیجئے اور حساب کے لئے فرض کیجئے کہ تولہ بھر سونے کی قیمت چوبیس تولے چاندی ہے اور تولہ بھر چاندی کی چار رتی سونا **مثال ۱** ایک شخص کے پاس ۵۲ تولے چاندی اور سوا پانچ ماشے سونا ہے تو چاندی نصاب تام بلا عفو ہے اور سونا کل غیر نصاب لہٰذا سونے کو چاندی کر کے چاندی سے ملایا یعنی بلحاظ قیمت دیکھا کہ اس قدر سونے کی کتنی چاندی ہوئی نرخ مذکور پر یہ سونا ۱۰ تولے چاندی کا ہوا تو گویا وہ ۵۲ تولے چاندی ۵ ماشہ سونے کا مالک نہیں بلکہ ۶۳ تولے چاندی کا مالک ہے یہ چاندی کی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس پوری ہوگئی جس پر عفو کچھ نہ بچا **مثال ۲** اسی صورت میں ۱۰ ماشہ سونا فرض کیجئے جس کے ۲۰ تولے چاندی تو گویا ۷۲ تولے چاندی کا مالک ہے جس میں وہی نصاب کامل و نصاب خمس نکل کر ۹ تولے چاندی عفو بچی کہ خمس نصاب سے کم ہے یہ عفو حقیقی ہوا یعنی سونے کو چاندی سے ضم نہ کرتے تو بہ عدم نصاب بالکل عفو نظر آتا تھا ضم کرنے سے کھل گیا کہ اُس میں صرف تنے ماشے سونا جس کی ۹ تولے چاندی ہوئی عفو ہے باقی پر زکوٰۃ واجب۔ **مثال ۳** صورت معدودہ میں صرف ۵ ماشے سونا مانئے تو کل عفو رہے گا کہ اس کی دس ہی تولے چاندی ہوئی اور مال جب تک نصاب کے بعد خمس نصاب تک نہ پہنچے عفو ہے اور چاندی میں خمس ۱۰ تولے ہے **مثال ۴** اسی صورت میں ۷ تولے ۱۱ ماشے سونا لیجئے تو ۷ تولے سونا تو نصاب کامل ہے اُس کے بعد ۵ ماشے عفو نظر آتا ہے بس اسی قدر کو چاندی سے ضم کریں گے اور ایک نصاب زائد اور ایک نصاب و خمس

نصاب سیم کی زکوٰۃ واجب مانیں گے جس میں عفو کچھ نہ رہا **مثال۵** اسی صورت میں اگر ۸ تولے
۴ ماشے سونا ہے تو بدلیل مثال دوم وہی ۷۔ ماشے سونا عفو رہے گا **مثال۶** ۷ تولے ۱۱ ماشے
سونا ہے تو نصاب زر سے جتنا زیادہ ہے یعنی ۵ ماشے سب عفو مطلق ہے کہ بعد ضم بھی زکوٰۃ نہیں
بڑھاتا ان ۶ مثالوں میں چاندی نصاب تام بلا عفو تھی اور سونا قابل ضم پہلی تین میں ملا کر نصاب
سے کم اور پچھلی تین میں عفو۔ اب [illegible] مثال لیجئے کہ سونا نصاب تام بلا عفو اور چاندی انہیں دو
وجہوں پر قابل ضم **مثال۷** ایک شخص ۷۔ تولے سونے ۴۶ تولے چاندی کا مالک ہے تو چاندی
کا غیر نصاب ہے۔ اسے بحساب قیمت سونا کیا تو ۱۔ تولے ہوا یہ پوری نصاب خمس ہے تو سونے
کی ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس ہوئی اور عفو اصلاً نہ بچا **مثال۸** اسی صورت میں
چاندی ۵۰ تولے رکھئے تو ۱۴ تولے عفو رہے گی کہ ۳۶ تولے سونے کی نصاب خمس ہو گئی ۱۴ تولے
کا ۲ ماشے سونا ہوا کہ خمس سے کم ہے وہ عفو رہا **مثال۹** اسی صورت میں چاندی ۳۰ تولے فرض
کیجئے تو کل عفو ہے کہ اس کا سوا ہی تولے سونا ہوا تو بعد ضم بھی کچھ نہ بڑھا **مثال۱۰ و ۱۱ و ۱۲**
اب ہمیں وہ تین صورتیں بیان کرنی رہیں جن میں سونا نصاب بے عفو ہو اور چاندی نصاب باعفو جس
کے عفو کو سونے سے ملائیں تو جب بھی عفو ہے یا کچھ زکوٰۃ واجب کرے کچھ عفو بچے یا بالکل زکوٰۃ
واجب کرے یہ پچھلی دو صورتیں بظاہر محال عادی نظر آتی ہیں کہ نصاب میں عفو وہی ہوتا ہے جو
خمس سے کم ہو اور نصاب کے بعد زکوٰۃ وہی واجب کرتا ہے جو خمس تک پہنچے تو ان صورتوں
کا وقوع جب ہی ہو گا کہ ۱۰ تولے سے کم چاندی ۱۔ تولے سونے کے برابر یا اس سے بھی زائد
ہو مگر یہ عادۃً ہو نہیں سکتا بلکہ ۱۰ تولے یا اس سے کچھ زیادہ چاندی تولہ بھر سونے کی قیمت
کو بھی نہیں پہنچتی تو بادی النظر میں یہاں صرف صورت اولیٰ ہی قابل وقوع ہے یعنی عفو سیم
کو نصاب ذہب سے جب ملائیے عفو ہی رہے مگر ایک نفیس و شریف و جلیل و لطیف قاعدہ
معلوم کرنے سے کھل جائے گا کہ دو صورتیں بھی قابل وقوع ہیں اُس باعظمت قاعدے کا جاننا
نہ صرف انہیں صورتوں کے لئے ضرور ہے بلکہ جو اہل زکوٰۃ زر و سیم دونوں قسم کے مالک ہوں

اور عموماً ایسے ہی ہوتے ہیں اُن سب پر اُس کا علم فرض عین ہے کہ اُس کے نہ جاننے میں بہت غلطیاں اور خرابی وزیان واقع ہوتے ہیں لوگ اکثر سمجھ لیتے ہیں ہم زکوٰۃ ادا کر چکے اور در واقع میں مطالبہ باقی ہوتا ہے وہ ضروری قاعدہ عظیم الفائدہ واجب الحفظ یہ ہے کہ اگرچہ زر وسیم کی قیمت و وزن باہم اکثر مختلف ہوتے ہیں خصوصاً جبکہ صنعت کا قدم درمیان ہو مثلاً ممکن کہ تولہ بھر سونے کا کوئی گہنا صناعی کے سبب پچاس روپے کی قیمت کا ہو اگرچہ ایک تولے سونے کی قیمت پچیس[۲۵] ہی روپیہ ہو یا تولہ بھر چاندی کی چیز چار روپے کو بکے اگرچہ چاندی ایک ہی روپیہ تولہ ہو دہلی کی سادہ کاریوں میں یہ بات خوب واضح ہوتی ہے یوں ہی جب مال ہارتا ہو تو قیمت وزن سے گھٹ جاتی ہے کما لا یخفی مگر شرع مطہر نے سونے چاندی میں وجوباً و اداءً ہر طرح وزن ہی کا اعتبار فرمایا ہے نہ قیمت کا مثلاً کسی کے پاس صرف ۷۔ تولے سونے کا گہنا ہے کہ قیمت میں ۷۔ تولے تک پہنچتا ہے یا اس سے بھی زائد ہوتا ہے اُس پہ زکوٰۃ واجب نہیں کہ وزن ۷۔ تولے کامل نہ ہوا یا ۷۔ تولے ہارتے سونے کا مال ہے کہ قیمت میں ۷ تولے سونے سے بھی کم ہے اُس پر زکوٰۃ واجب کہ وزن نصاب پورا ہے یا ایک شخص کے پاس ۷۔ تولے سونے کا زیور ہے جو بوجہ صنعت ۱۵ تولے سونے کی قیمت ہے اس پر صرف ۲ ماشہ سونا واجب ہوگا کہ وزن کا چالیسواں حصہ ہے نہ ۴ ماشہ کہ قیمت کا ہے یا ۱۵ تولے وزن کی چیز قیمت میں ۷۔ تولے کے برابر ہے تو باعتبار وزن ۴ ماشہ سونا دینا ہوگا بلحاظ قیمت ۲ ماشہ دیے سے نہ چھوٹے گا یہ تو وجوباً اعتبار وزن ہوا اور اداء کی یہ صورت کہ مثلاً اس پر ۲ ماشہ سونا واجب الادا تھا اس نے اُس کے بدلے ۲ ماشے نفیس کندن کہ قیمت میں ۲ ماشے سونے کے برابر بلکہ زائد تھا ادا کیا تو عہدہ بر آنہ ہوا کہ واجب کا وزن پورا نہ ہوا اور ہارتا سونا ۲ ماشے دے دیا جو قیمت میں ڈیڑھ ہی ماشے کے برابر تھا تو ادا ہو گیا اگرچہ اس میں کراہت ہے بقولہ عزوجل ولستم باخذیہ الا ان تغمضوا فیہ درمختار میں ہے المعتبر وزنھا اداءً و وجوباً لا قیمتھا ردالمحتار میں ہے

یعنی یعتبر فی الوجوب ان یبلغ وزنہا نصابا نہر حتی لوکان لہ ابریق ذھب اوفضۃ وزنہ عشرۃ مثاقیل اومائۃ درھم وقیمتہ لصیاغتہ عشرون اومائتان لم یجب فیہ شئ اجماعاً قہستانی اُسی میں ہے لولہ ابریق فضۃ وزنہ مائۃ وقیمتہ بصیاغتہ مائتان لا تجب الزکوٰۃ باعتبار القیمۃ لان الجودۃ والصنعۃ فی اموال الربا لا قیمۃ لہا عند انفرادھا ولا عند المقابلۃ بجنسہا اُسی میں ہے یعتبران یکون المؤدی قدر الواجب وزنا فلو ادی عن خمسۃ جیدۃ خمسۃ زیوفا قیمتہا اربعۃ جیدۃ جاز وکرہ ولو اربعۃ جیدۃ قیمتہا خمسۃ ردیئۃ لم یجز اھ ملخصا مگر جب ان میں ایک کو دُوسرے سے تقویم کریں مثلاً چاندی کو سونے اور سونے کو چاندی سے جیسا کہ ضم کی صورتوں میں دیکھیے آئے تو بالاجماع قیمت کا اعتبار ہے کہ جودت وصنعت خلاف جنس کے مقابلہ میں بالاجماع قیمت پاتی ہے مثلاً ۱۲ تولے چاندی کا گہنا ہے اور قیمت میں ۲۴ تولے چاندی کے برابر ہے اب اس کی قیمت سونے سے لگائیے گا تو بلحاظ قیمت پُورا تولہ بھر سونا ہوگا نہ بلحاظ وزن ۶ ماشہ بلہذا جس کے پاس ۲۰۰ تولے چاندی کا زیور چار سو روپے کا قیمتی ہو جس پر ۵ تولے چاندی واجب ہے وہ اگر ۵ تولے چاندی دے دیگا ادا ہو جائیگا اور ۵ تولے چاندی کی قیمت کا سونا دے گا ہرگز ادا نہ ہوگا بلکہ ۱۰ تولے چاندی کا قیمتی سونا دینا آئے گا۔ ردالمحتار میں ہے عدم اعتبار الجودۃ انما ھو عند المقابلۃ بالجنس اما عند المقابلۃ بخلافہ فتعتبر اتفاقاً اُسی میں ہے لوکان لہ ابریق فضۃ وزنہ مائتان وقیمتہ ثلث مائۃ ان ادی خمسۃ من عینہ او من غیرہ جاز واجمعوا انہ لو ادی من خلاف جنسہ اعتبرت القیمۃ حتی لو ادی من الذھب ما تبلغ قیمتہ خمسۃ دراھم من غیر الاناء لم تجز فی قولہم لتقوم الجودۃ عند المقابلۃ بخلاف الجنس کذا فی المعراج نہر اھ ملخصاً جب یہ قاعدہ معلوم ہوگیا تو اب ان دو صورتوں

کی مثالیں بھی واضح ہوگئیں مثلاً ایک شخص کے پاس ۷۔ تولے سونا ہے اور ۱۰۶ تولے چاندی کا گہنا ہے جو بوجہ صناعی چوگنی قیمت کا ہے اس میں ۵۲۔ تولے چاندی تو نصاب کامل ہوگئی ۹ تولے بچی وہ عفو نظر آتی ہے اسے بلحاظ قیمت سونے سے ملایا تو یہ ۹ تولے بسبب صنعت ۳۶ تولے کی قیمت میں ہے جس کا ۱۔ تولے سونا ہوا کہ خمس نصاب زر ہے تو ایک نصاب سیم اور ایک نصاب وخمس نصاب زر کی زکوٰۃ واجب ہوئی اور عفو کچھ نہ بچا اور اسی صورت میں ۶۲ تولے چاندی ہے تو ماشہ بھر سونا کہ اس ۹ ماشے چاندی کی قیمت ہو عفو رہے گا کما لا یخفی واللّٰہ تعالیٰ اعلم۔ **شرح ضابطہ ثانیہ** ملاحظہ جدول سے یہ بھی کھلا ہوگا کہ دونوں جانب مقدار قابلِ ضم ہونے کی تین صورتیں بھی عند البسط چار ہوگئیں یعنی چاندی سونا دونوں غیر نصاب یا دونوں نصاب مع العفو یا چاندی غیر نصاب اور سونے میں عفو یا سونا غیر نصاب اور چاندی میں عفو۔ پھر ہر صورت چھ حال سے خالی نہیں (۱) یہ کہ بعد ضم بھی اصلاً زکوٰۃ نہ بڑھے یعنی خواہ قابلِ ضم چاندی کو سونا کیجئے یا قابلِ ضم سونے کو چاندی کسی طرح یہ مقدار موجب زکوٰۃ نہ ہو اس صورت میں وہ عفو حقیقی رہے گا مثلاً ایک شخص ۲۰ تولے چاندی اور ایک تولے سونے کا مالک ہے چاندی کو سونا کیجئے تو کل سونا ایک تولہ ۱۰ ماشے ہوا اور سونے کو چاندی تو کل چاندی ۴۴ تولے نہ اتنا سونا موجب زکوٰۃ نہ اتنی چاندی (۲) سونے کو چاندی کیجئے تو نصاب بنے اور چاندی کو سونا کیجئے تو نہ بنے مثلاً ۱۰ تولے چاندی ۵ تولے سونا ہے سونے کو چاندی کیا تو کل چاندی ۱۳۰ تولے ہوئی کہ دو نصاب کامل اور دو نصاب خمس اور ۲۴ تولے عفو ہے اور چاندی کو سونا کیا تو کل ۵ تولے ۵ ماشے سونا ہوا کہ نصاب تک بھی نہ پہنچا لہٰذا سب کو چاندی ٹھہرائیں گے (۳) اس کا عکس کہ چاندی کو سونا کرنے سے نصاب بنے اور سونے کو چاندی کرنے سے نہ بنے مثلاً ۷ تولے ۷ ماشے سونا اور ۵۰ تولے چاندی ہے ۷۔ تولے سونا تو نصاب کامل ہوکر الگ ہوگیا بچا ایک ماشہ سونا وہ صرف عفو ہے اور ادھر ۵۰ تولے چاندی یہ بے نصاب ہے انہیں دونوں کا باہم میل ہونا ہے اب اگر ماشے بھر سونے

کو چاندی کرتے ہیں تو کُل چاندی ۵۲ تولے آتی ہے یہ نصاب بھی نہ ہوئی اور چاندی کو سونا کرتے ہیں تو یہ کُل سونا ۲ تولے ۲ ماشے ہوتا ہے کہ ۱۰ تولہ نصاب خمس ہوکر موجب زکوٰۃ ہوگا اور باقی ۸ ماشے عفو رہے گا (۴) دونوں سے نصاب بنے مگر چاندی فقرا کے لئے انفع ہو مثلاً ۷ تولے سونا ۲۴ تولے چاندی کہ سونا کیجئے تو ۸ تولے ۹ ماشے ہوا۔ ۷ تولے پر زکوٰۃ اور ۱/۲ تولہ عفو تو صرف ۲/۱ ماشے سونا دینا ہوگا جس کی قیمت ۴ تولہ چاندی اور چاندی کیجئے تو ۲۱۰ تولے ہوئی کہ پوری چار نصاب بلا عفو ہے جس پر ۵ تولے چاندی واجب تو چاندی کرنے میں فقرا کو ۹ ماشے چاندی زیادہ ملے گی (۵) سونا انفع ہو جیسے ۷ تولے سونا ۴۸ تولے چاندی کہ چاندی کیجئے تو چار نصاب کامل کے بعد ۶ تولے عفو رہے گی اور صرف ۵ تولے چاندی دینی ہوگی جس کی قیمت ۲ ماشے ۵ سرخ سونا اور سونا کیجئے تو پورا ۹ تولے ہوا ایک نصاب کامل اور ایک نصاب خمس بلا عفو ہے جس پر ۲ ماشے ۵ ۳/۵ سرخ سونا واجب تو سونا کرنے میں فقرا کو ۳/۵ سرخ سونا زیادہ جائے گا۔ (۶) دونوں یکساں ہوں مثلاً فرض کیجئے تولہ بھر سونے کی قیمت ۱۲ تولے چاندی ہے اور یہ شخص ۲۴ تولے چاندی ۱۰ تولے سونے کا مالک ہے اگر چاندی کو سونا کرتے ہیں تو ۱۲ تولے یعنی ایک نصاب کامل ہوا جس پر ۲/۱ ماشے سونا قیمتی ۳ تولہ ۱۱ ماشے ۲ سرخ چاندی کا واجب ہوا اور سونے کو چاندی کیجئے تو ۱۴۴ تولے ۶ ماشے چاندی یعنی تین نصاب کامل ہوئی جس پر ۳ تولے ۱۱ ماشے ۲ سرخ چاندی قیمتی ۲/۱ ماشہ سونے کی واجب ہوئی ہر طرح حاصل ایک ہی رہتا ہے اس صورت میں مزکی کو اختیار ہوگا کہ دونوں میں جس سے چاہے تقویم کرے بشرطیکہ دونوں رواج میں یکساں ہوں ورنہ رائج تر متعین ہوگا اس ضابطہ کی چار صورتوں میں ان چھ حالتوں کو ضرب دیجئے تو چوبیس ہوتی ہیں جس کے امثلہ کی پوری تفصیل موجب تطویل اور جبکہ ہم ہر صورت کی ایک مثال لکھ چکے وضوح مسئلہ بحمداللہ اپنے منتہیٰ کو پہنچا جس کے بعد زیادہ اطالت کی حاجت نہیں اب بحمداللہ یہ دستور العمل کامل و مکمل ہوگیا کہ عالم میں کوئی اختلاط زر و سیم ان ۲۷ صورتوں سے خارج نہیں ہوسکتا ایک صورت دو قو

جانب کمال نصاب بلا عفو کی اور ۱۲ صورتیں ضابطۂ اولیٰ اور ۲۴ ضابطۂ ثانیہ کی اور دو
صورتیں کہ صرف چاندی کا مالک ہو یا صرف سونے کا ان کے احکام مسئلہ ثانیہ میں واضح
ہوچکے اکتالیس ہوئیں چالیسویں صورت کہ سونا چاندی کچھ نہ رکھتا ہو اس کا حکم خود واضح -
اب یہ مسائل بحمداللہ تعالٰے تمام صور کے بیان احکام کو کافی ووافی ہوگئے انہیں سے آئندہ کی
زیادت ونقصان کے احکام نکل آئیں گے کہ آخر بڑھ کر انہیں سینتیس۳۷ صورتوں سے ایک
میں رہے گا غایت یہ کہ تبدیل صورت ہو جائے مثلاً پہلے جو مال تھا ضابطۂ اولیٰ کی صورت
یکم پر تھا اب بڑھ کر ضابطۂ ثانیہ یا اولے کی دوم یا اول الصور پر ہوگیا وعلیٰ ہذا القیاس -
یوں ہی گھٹ کر ۴۰ صورتوں سے باہر نہ جائے گا تو کوئی حکم ایسا نہیں جسے یہ مسائل نہ بتائیں -
زیادت ونقصان میں کہاں زکوٰۃ گھٹے بڑھے گی کہاں نہیں یہ مسئلہ ثانیہ وثالثہ سے دیکھ لیجے -
امید کرتا ہوں کہ یہ شرح وایضاح بحول الفتاح اسی تحریر فقیر کا حصۂ خاصہ ہو والحمد للہ
رب العلمین - **اب صورت جزئیہ مسئول عنہا کا حکم** نکالنا کتنی بات ہے ۹۸
تولے ۲ ماشے سونا نکلا اور ۲۴۱ تولے چاندی اول ہر ایک کی نصابیں الگ نکال لیجئے ۹۸ تولے
۲ ماشہ میں سونے کی ۹ نصابیں کامل ہوئیں جن پر ایک تولہ ۸ ماشہ ۲ سرخ سونا واجب ہوا
اور ۸ ماشے فاضل بچا کہ اپنی نصاب میں عفو ہے ۲۴۱ تولے میں ۲۱۰ تولے کی چھ نصابیں کامل
جن پر ۷ تولے ۱۰ ماشے ۴ سرخ چاندی واجب اور ۲۱ تولے کی دو نصاب خمس ہوئیں جن پر
۶ ماشہ ۲ ۲/۵ سرخ واجب ان کا مجموعہ ۸ تولے ۴ ماشے ۶ ۲/۵ سرخ ہوا اور مال میں ۱۰ تولے
چاندی فاضل رہی کہ اپنی نوع میں عفو ہے اب یہ صورت ضابطۂ ثانیہ کی ہوئی کہ دونوں
جانب ایک ایک قسم عفو قابل ضم موجود ہے اس میں ان چھ حالتوں کی جانچ باقی رہی چاندی کو
سونا کیجئے تو ۱۰ تولے چاندی عام نرخ سے اس قابل نہیں کہ ۱۰ ماشے سونے کی قیمت کو پہنچے جو اس
۸ ماشہ سے مل کر خمس نصاب ذہب یعنی ۱. تولہ سونا بنائے اور زکوٰۃ واجب کرے اب سونے کو
چاندی کیجئے تو آج کل کے بھاؤ سے[1] ۸ ماشہ سونا بیشک ۱۶ تولے چاندی سے کچھ زیادہ ہی کا ہے

[1] نرخ باختلاف امصار بھی مختلف ہوتا ہے

(باقی اگلے صفحہ پر)

تو وہ اس ۵ تولے چاندی سے ملکر ۲ تولے چاندی مع شے زائد ہوگا یہ دو نصاب خمس اور حاصل
ہوئیں جن پر ۶ ماشے ۲ ۴/۵ سرخ چاندی اور بڑھی تو یوں ہی کریں گے اور ۲۰ ۶ تولے سونے ۱۴۴
تولے چاندی پر ا تولہ ۰ ماشہ ۲ سرخ سونا اور ۴ تولے ۱۱ ماشے ۳/۵ سرخ چاندی واجب مانیں گے
۳/۵ سرخ کے معنی رتی کے چار خمس جسے تقریباً ایک رتی چاندی کہئے یہ عام بھاؤ کے اعتبار سے ہر
اور اگر بوجہ صنعت نفس مال کے کوئی قیمت بڑھ گئی ہو تو اس کا حساب مالک کو معلوم ہوگا اس
کے لئے وہ قاعدہ ضروریہ واجب الحفظ ہم اوپر لکھ ہی چکے۔ غرض للہ الحمد والمنۃ فقیر غفرلہ
المولی القدیر نے بتوفیق المولی سبحانہ وتعالے ان مسائل کو ایسی شرح وتکمیل وبسط جلیل کے ساتھ
بیان کیا ہے کہ شاید اُن کی نظیر کتب میں نہ ملے امید کرتا ہوں جو شخص ان سب کو بغور کامل۔۔۔
سمجھ لے گا وہ ہزارہا مسائل زکوٰۃ کا حکم ایسا بیان کرے گا جیسے کوئی عالم محقق بیان کرے جن
مسائل میں فقیر نے آج کل کے بعض مدعیان فقاہت وتحدیث بلکہ امامت فنون فقہ وحدیث کو فاحش
غلطیاں کرتے دیکھا کم علم آدمی جو ان تحریرات فقیر کو بہ نہج احسن سمجھ لے گا انشاءاللہ تعالے بے تکلف
صحیح وصاف ادا کرے گا مگر حاشا ہرگز اُردو زبان جان کر اپنی فہم پر قناعت نہ کرے کہ نازک یا
غور طلب بات جو آدمی کی اپنی استعداد سے ورا ہو کسی زبان میں کیسی ہی واضح ادا کی جائے پھر
نازک ہے بلکہ واجب کہ کسی عالم کامل سے ان مسائل کو پڑھ لے تاکہ بحول اللہ تعالے اس باب
میں خود عالم کامل ہو جائے واستغفر اللّٰہ العظیم الاعظم مما جری علیٰ لسان القلم و
صلی اللّٰہ تعالی علیٰ سیدنا ومولانا محمد النبی الاکرم واٰلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم واللّٰہ
سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) اگر وہاں ۸ ماشے سونا ۱۴ تولے چاندی سے کم کا ہو تو نصب فضہ میں ایک
نصاب خمس کم ہو جائے گی جس کے سبب مقدار واجب سے ۳ ماشہ ا ۱/۵ سرخ چاندی گھٹا دیں گے ۱۲ منہ

مسئلہ سابعہ

صحیح تعداد زکوٰۃ نہ معلوم ہونے کی وجہ سے جو ہر سال مقدار واجب سے کم زکوٰۃ میں دیا گیا ہے وہ محسوب زکوٰۃ ہوا یا نہیں بینوا توجروا۔

الجواب بیشک محسوب ہوا کہ ادائے زکوٰۃ کی نیت ضرور ہے مقدار واجب کا صحیح معلوم ہونا شرائط صحت سے نہیں غایت یہ کہ ایک جزو واجب کے ادا میں تاخیر ہوئی اس سے مذہب راجح پر گناہ بھی زکوٰۃ مؤدی کی نفی صحت تو نہیں والامر بین غنی عن التبیین پس ہر سال جتنا زکوٰۃ میں دیا وہ قطعاً ادا ہوا اور جو باقی رہتا گیا وہ اس پر دین ہوتا گیا حتی کہ اگر کسی نصاب سے معاف ہو جائے گا تو اسی قدر مقدار واجب گھٹ جائے گی۔ تشریح اس کی یہ ہے دین عبد یعنی بندوں میں جس کا کوئی مطالبہ کرنے والا ہو اگرچہ دین حقیقۃً اللہ عزوجل کا ہو جیسے دین زکوٰۃ جس کا حق مطالبہ بادشاہ اسلام اعز اللہ نصرہ کو ہے) انسان کے حوائج اصلیہ سے ہے ایسا دین جس قدر ہوگا اتنا مال مشغول بحاجت اصلیہ قرار دے کر کالعدم ٹھہرے گا اور باقی پر زکوٰۃ واجب ہوگی اگر بقدر نصاب ہو مثلاً ہزار روپے پر حولان حول ہوا اور اس پر پانسو قرض ہیں تو پانسو پر زکوٰۃ آئے گی اور ساڑھے نو سو دین ہے تو اصلا نہیں کہ باقی قدر نصاب سے کم ہے۔ درمختار میں ہے لا زکوۃ علی من یدین للعبد بقدر دینہ فیزکی الزائد ان بلغ نصاباً اسی میں ہے فارغ عن دین لہ مطالب من جہۃ العباد سواء کان للہ تعالٰی کزکوۃ وخراج او للعبد الخ ردالمحتار میں ہے المطالب ھنا السلطان تقدیرا لان الطلب لہ فی زکوۃ السوائم وکذا فی غیرھا لم یبطل حقہ عن الاخذ اھ ملخصاً فافہمہ فیہ یوں ہی دو سو چالیس درم شرعی کہ ایک نصاب کامل و ایک نصاب خمس ہے دو سو درم کی ۵۲.۵ تولے چاندی

ہوئی اور چالیس کی ۱۰۔ تولے) ان پر چالیس درم شرعی زکوٰۃ کے واجب اگر مالک جہلاً یا سہواً یا عمداً ہر سال پانچ درم[1] دیا کیا تو سال اول ایک درم زکوٰۃ کا اُس پہ دین رہا دوسرے سال وہ گویا دو سو اُنتالیس[229] ہی درم کی جمع رکھتا ہے کہ ایک درم مشغول بہ دَین ہے تو نصاب خمس کہ دو سو کے بعد چالیس درم کامل تھی جاتی رہی اور اس سال صرف دو سو درم کی زکوٰۃ یعنی پانچ ہی درم واجب ہوئے پس وہ جب تک ایک درم مذکور ادا نہ کرے یا سال تمام پر اُس کی حاجت سے فارغ ایک درم اور جمع نہ ہو جائے جب تک اُس پہ یہی پانچ درم واجب ہوا کریں گے البتہ ادائے دَین زکوٰۃ کی تاخیر سے گنہگار ہوگا اور یہ گناہ اصرار کے بعد کبیرہ ہو جائے گا والعیاذ باللہ تعالےٰ اور اگر صورت مذکورہ میں فرض کیجئے کہ وہ ہر سال ایک ہی درم دیتا رہا تو سال اوّل اُس پر پانچ درم زکوٰۃ کے دین رہے سال دوم میں گویا صرف دوسو پینتیس[235] جمع ہیں اس سال وہی پانچ ہوئے اور دیا ایک ہی تو اب چار اور قرض ہو کر نو درم دین ہو گئے۔ تیسرے سال تیرہ چوتھے میں سترہ یوں ہی ہر سال دین زکوٰۃ میں چار چار بڑھتے جائیں گے اور واجب وہی پانچ ہوتے رہیں گے کہ دو سو سے دو سو اُنتالیس تک پانچ ہی درم ہیں جب سال دہم میں اکتالیس درم دین ہو جائیں گے تو گیارہویں سال اُس پر زکوٰۃ ہی نہ ہوگی کہ جمع صرف ایک سو ننانوے ٹھہریں گے کہ نصاب سے کم ہیں سال یازدہم بھی اگر اُس نے ایک درم حسب دستور دے دیا تو پھر پانچ درم واجب ہو جائیں گے کہ اب دین میں صرف چالیس درم رہے اور دو سو پورے جمع قرار پائے وعلیٰ ہذا القیاس۔ غرض سنین ماضیہ میں کم دینے والا اس تفتیش حساب کو خوب سمجھ کر جتنا دین اُس کے ذمے نکلے فی الفور ادا کرے ردالمحتار میں ہے لو کان لہ نصاب حال علیہ حولان ولم یزکیہ فیھما لا زکوٰۃ علیہ فی الحول الثانی واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[1] یعنی اپنی آمدنی سے دیتا رہا اور جمع اُسی قدر قائم رہی نہ کم ہوئی نہ زائد ۱۲ منہ